مسلمانوں کے مسائل کا حل



سورۂ یوسف کے مطالعہ کی روشنی میں

ڈاکٹر مولانا محسن عثمانی ندوی

پروفیسر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی

مجلس نشریات اسلام

مسلمانوں کے مسائل کا حل

سورۂ یوسف کے مطالعہ کی روشنی میں

یہ مقالہ دار عرفات رائے بریلی میں پڑھا گیا

ڈاکٹر مولانا محسن عثمانی ندوی
پروفیسر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی

طیبہ بک سینٹر
بالمقابل طیبہ ہوٹل بڑا بازار، صدر راولپنڈی
فون: ۵۰۵۷۳۴۵

مجلس نشریات اسلام
۱۔کے ۳۰ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

نام کتاب ——— مسلمانوں کے مسائل کا حل
تصنیف ——— ڈاکٹر مولانا محسن عثمانی ندوی
طباعت ——— شکیل پرنٹنگ پریس کراچی
اشاعت ——— ۱۹۹۹ء
ضخامت ——— ۵۴ صفحات

ٹیلیفون

۶۲۱۸۱۷

اسٹاکسٹ : مکتبہ ندوہ قاسم سینٹر اردو بازار کراچی

ناشر
فضل ربی ندوی

مجلس نشریاتِ اسلام ۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد، ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ أما بعد!

راقم آثم کے سامنے اس وقت عزیز گرامی قدر مولوی محسن عثمانی ندوی کا وہ مقالہ ہے جو انھوں نے ۲۵ نومبر ۱۹۹۲ء کو دار عرفات رائے بریلی میں پڑھا، اور جس کا عنوان ہے، "مسلمانوں کے مسائل کا حل سورہ یوسف کے مطالعہ کی روشنی میں" اس میں انھوں نے سورہ یوسف کے ان جاذب توجہ، غور طلب اور سبق آموز پہلوؤں کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی ہے جو عادۃً کسی واقعہ کے سننے یا پڑھنے میں غور و تدبّر، استنباط و استنتاج اور زندگی میں (خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی) فائدہ اٹھانے اور ان کی روشنی میں مسائل کو حل کرنے، مصائب سے بچنے، اور امتحانات و آزمائشوں سے محفوظ رہنے، یا کامرانی و عزت کے ساتھ ان سے نکلنے میں مدد دیتے ہیں اور رہبری کرتے ہیں، واقعات اور حکایات کے اندر (خواہ وہ آسمانی صحیفوں میں ہوں یا تاریخ کی مفید کتابوں میں) قدرتی و نفسیاتی طریقہ پر ہمیشہ یہ آزمائش پیش آئی اور پیش آتی ہے، کہ واقعہ کے دلچسپ پہلوؤں سے لذت یاب ہونے یا حیرت انگیز حصوں کے اثر سے عالم حیرت میں پڑ جانے کی نفسیات اس کا موقعہ نہیں دیتیں کہ واقعہ سے (خواہ وہ کلام الٰہی سے سامنے آیا ہو یا معتبر روایات سے معلوم ہوا ہو) زندگی کی اصلاح و تنظیم، انفرادی یا اجتماعی مشکلات کے دور کرنے اور جماعت، معاشرہ، یا امت کی رہبری، ہدایت میں ان سے کام لیا جائے۔

یہ آزمائش قرآنی قصص اور انبیاء علیہم السلام کی حکایت میں سب سے زیادہ حضرت یوسفؑ کے اس واقعہ اور قصہ میں پائی جاتی ہے جو سورہ یوسف میں بیان کیا گیا ہے، کہ اس میں دل آویزی اور دلچسپی اور بشری ونفسیاتی لذت یابی اور حیرت انگیزی کا سامان سب سے زیادہ ہے، عزیز مصر کے گھر میں جو امتحان پیش آیا، بھائیوں کی ملاقات اور مکالمے، والد بزرگوار سے ملاقات، باپ بیٹے کی جدائی اور فراق کی مدت کا اختتام، کل تک جو اسیری اور حبس میں تھا اس کا مصر کی جیسی ترقی یافتہ اور وسیع ملک کے ایک با اختیار اور باعزت عہدہ پر تقرر، یہ سب ایسے پہلو اور مناظر ہیں جو سنجیدگی اور گہرائی سے غور کرنے اور اس پیغمبرانہ ومعجزانہ واقعہ سے انفرادی واجتماعی زندگی میں رہنمائی حاصل کرنے اور وسیع تر وعمیق تر فائدہ اٹھانے سے مختلف ادوار میں اور خاص طور پر اس دور میں حجاب بن گئے ہیں، حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو عالم الغیب اور خالقِ بشر بھی ہے، اسی حقیقت کو سامنے رکھ کر انبیاء علیہم السلام کے ان واقعات کے سلسلہ میں جو قرآن مجید میں (اور اس سے پہلے سابقہ صحف سماوی میں تھوڑے اختلاف اور اختصار وتطویل کے فرق کے ساتھ) بیان کئے گئے ہیں خود قرآن مجید میں فرما دیا ہے۔

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الألباب اور نحن نقص علیك احسن القصص بما اوحینا الیك ھذا القرآن۔

ضرورت تھی کہ حضرت یوسفؑ کے اس قصہ سے جو قرآن مجید میں صحف سابقہ کے مقابلہ میں (جو تحریف ومداخلت کا شکار ہوئے) کہیں زیادہ مفصل اور واضح اور سبق آموز طریقہ پر بیان کیا گیا ہے فائدہ اٹھایا جائے اور اس سے خاص طور پر اس

عہد میں جو اجتماعی، تہذیبی اور سیاسی طور پر بڑی پیچیدہ صورت حال سے دوچار ہے اور پھر خصوصیت کے ساتھ اس برصغیر ہند میں جس میں مسلمان اقلیت بہت سی مشکلات امتحانات اور پیچیدگیوں سے دوچار ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور اس کو ایک ملّی واجتماعی آزمائش سے کامیابی کے ساتھ نکلنے اور محض مشکلات اور مخالفت کی آزمائش سے بچنا ہی نہیں، بلکہ رہبری وقیادت کا مقام حاصل کرنے میں اس سے ہدایت وروشنی حاصل کرنے میں مدد لی جائے اور رہبری حاصل کی جائے۔

راقم کو اس حقیقت کے اظہار میں مسرت ہے کہ عزیز گرامی قدر مولوی محسن عثمانی ندوی کے اس مقالہ میں جو "مسلمانوں کے مسائل کا حل سورہ یوسف کے مطالعہ کی روشنی میں" کے عنوان سے دار عرفات رائے بریلی میں ۲۵ نومبر ۹۳ء کو پڑھا گیا، یہ امتیاز اور خصوصیت پائی جاتی ہے، مقالہ میں "سورہ میں غور وفکر کے مزید چند پہلو" کے عنوان میں انھیں مسائل وحقائق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اور مسلمانوں کی رفاہ وفلاح، خوش حالی وخوش اقبالی، ترقی وکامیابی کے لئے جو لوگ فکرمند ہیں ان کو اس سورہ کی روشنی ورہبری میں جدوجہد کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے اور اس سورہ کو ہر ملک اور ہر زمانہ میں رہنما بنانے اور مسائل ومشکلات کے حل کرنے میں مشعل راہ بنانے کی تلقین کی گئی ہے اس طرح یہ مقالہ توفیق الٰہی سے ایک وقیع، علمی ودینی، انفرادی واجتماعی رہنما اور چراغ راہ بن گیا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پند وموعظت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

(حضرت مولانا) ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ حسنیؒ رائے بریلی۔ ۱۴ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ، ۲۴ مارچ ۱۹۹۴ء

کوئی نام و پتہ پوچھے.....

پیدائش : ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء

وطن : گیا۔ بہار (وطن اقامت دہلی)

اسناد : عالمیت دارالعلوم ندوۃ العلماء، فضیلت دارالعلوم دیوبند، ایم اے پٹنہ یونیورسٹی، پی ایچ ڈی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔

عہدہ و منصب : حال ریڈر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی، سابق اسسٹنٹ پروفیسر جواہر لال یونیورسٹی، سابق مترجم اناؤنسر نیوز ریڈر (عربی) آل انڈیا ریڈیو، سابق کسٹوڈن خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، صدر یونیورسل پیس فاؤنڈیشن دہلی، نائب صدر رابطہ ادب اسلامی (پٹنہ)، جنرل سکریٹری مجلس علمی دہلی۔

ادبی و علمی صحافت : چیف ایڈیٹر سہ ماہی السلام دہلی، رکن ادارت سہ ماہی کاروان ادب لکھنؤ، سابق ایڈیٹر ماہنامہ دعوت و عزیمت دہلی، سابق نائب مدیر ماہنامہ ذکر و فکر دہلی۔

تصنیفات و تراجم : (۱) مصر کی عربی صحافت (۲) اسلام میں اہانت رسول کی سزا۔
(۳) حادثہ کربلا اور اس کا پس منظر (۴) دین و سیاست کا رشتہ۔
(۵) مسلمانوں کے مسائل کا حل۔ سورۂ یوسف کے مطالعہ کی روشنی میں۔
(۶) دین کا متوازن تصور۔ عبادت و خلافت کی جامعیت۔
(۷) مولانا وحید الدین خاں۔ علماء و دانشوروں کی نظر میں۔
(۸) نفح الطیب فی مدح الحبیب (اردو مترجم) (۹) قضیۃ البعث الاسلامی (عربی مترجم)
(۱۰) یافت و دریافت۔ ادبی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ (زیر طبع)
(۱۱) سفرنامہ ترکی و شام (زیر طبع)

پیش لفظ

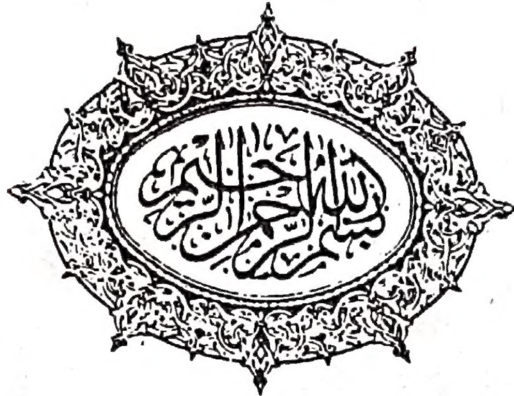
سورۂ یوسف کی روزانہ تلاوت اور اس کی بعض آیتوں کو متعین تعداد میں پڑھنا خاندان کے بعض بزرگوں کے معمولات میں داخل ہے۔ مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ اس کی اصل کیا ہے البتہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یہ بات ملی کہ وہ اس سورہ کی کثرت کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے بس یہی چیز اس سورہ کو پڑھنے اور اس کے معانی میں غور کرنے کے لئے محرک بن گئی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی کی بیش قیمت کتاب تاملات فی سورۃ الکہف نظر سے گذری۔ یہ کتاب اردو میں معرکہ ایمان و مادیت کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب ہر صاحب فکر کے لئے قابل مطالعہ ہے۔ اس کتاب سے متاثر ہو کر میں نے سورۂ یوسف کے مضامین کو تحریری شکل میں لانا شروع کیا۔ دار عرفات رائے بریلی نے جب مجھے لکچر کے لئے بلایا تو میں نے ان متفرق تحریروں کو باقاعدہ مقالہ کی شکل دے دی جو اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ اللہ کی کتاب انسانوں کیلئے ہدایت نامہ ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ صرف سورۂ یوسف کے مضامین سے بھی ہمارے مسائل کا حل نکل آتا ہے۔

مقالہ کا بالکل ابتدائی حصہ (قرآن ایک آئینہ) بھی حضرت مولانا مدظلہ کی ایک تحریر سے ماخوذ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مقالہ کو مقالہ نگار اور ناظرین دونوں کے لئے حقیقی نفع کا ذریعہ بنائے (آمین)۔

محسن عثمانی



إنه من يتق ويصبر فإن الله لا يضيع أجر المحسنين

یوسف — ۹۰

ومن یتوکل علی الله فهو حسبه

إن الله بالغ أمره

قد جعل الله لکل شیء قدرا

صدق الله العظیم

مسلمانوں کے مسائل کا حل

سورۂ یوسف کے مطالعہ کی روشنی میں

قرآن ایک آئینہ :

قرآن مجید کی مختلف خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں فرد کو اور جماعت کو اپنا عکس بھی نظر آسکتا ہے۔ قرآن اپنے بارے میں بیان کرتا ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [1]

ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی جس میں تمہارا تذکرہ ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔

مشہور تابعی احنف بن قیس اچانک ایک بار اس آیت کو سن کر چونک گئے اور انہوں نے قرآن مجید لے کر اپنی تلاش شروع کر دی۔ تلاش کے دوران انہیں ایسے لوگ نظر آئے جن کی تصویر یہ تھی۔

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَفِىْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ [2]

رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے اور انکے مال میں مانگنے والوں اور محروم لوگوں کا حصہ ہوتا تھا

اس کے بعد کچھ لوگوں کی تصویر نظر آئی۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ [3]

ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو مال ہم نے انکو دیا ہے اسمیں سے خرچ کرتے ہیں۔

---

[1] انبیاء۔ رکوع ۱ [2] الذاریات رکوع ۱ [3]

اس کے بعد قرآن کے آئینہ میں ایسے لوگوں کا عکس نظر آیا جن کا حال یہ تھا کہ :

يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ؎۱ اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ میں (عجز و ادب سے) کھڑے ہو کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

اس کے بعد کچھ ایسے لوگ نظر آئے جن کا حال یہ تھا :

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ؎۲ جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال خدا کی راہ میں) خرچ کرتے تھے اور غصہ کو روکتے تھے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔

اس کے بعد کچھ لوگ ملے جن کی خصوصیات یہ تھی :

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؎۳ اور دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود ہی احتیاج ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہوتے ہیں۔

پھر اس کے بعد انہیں ایسی جماعت نظر آئی جن کے اخلاق یہ تھے :

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ؎۴ اور جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بےحیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ؎۵ اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس کے مشوروں سے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے

؎۱ الفرقان ع ۶ ؎۲ آل عمران ع ۱۴ ؎۳ ؎۴ الشوریٰ ع ۴ -

ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

عرب سردار احنف بن قیس نے فرمایا کہ یہ تصویریں بڑے مرتبے اور معزز لوگوں کی ہیں، میں ان میں نہیں ہوں۔ اب ان کو آیات قرآنی میں کچھ اور تصویریں ملیں:

اِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُونَ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ [1]

ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں۔

انہیں کچھ اور بری تصویریں نظر آئیں:

وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ [2]

اور جب تنہا خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منقبض ہو جاتے ہیں اور جب ان کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں۔

انھیں اس آیت ربانی میں کچھ اور بھی تصویریں نظر آئیں:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِينُ [3]

تم دوزخ میں کیوں پڑے ہو وہ جواب دیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم جھوٹ سچ باتیں بنانے والوں کے ساتھ باتیں بنایا کرتے تھے اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے یہاں تک کہ ہمیں اس یقینی چیز سے سابقہ پیش آگیا۔

انہوں نے ان تصویروں کو دیکھ کر کہا کہ پناہ بخدا میں ان لوگوں سے بری ہوں اب وہ قرآن

---

[1] الشوریٰ ع ۴ [2] الزمر ۵ [3] المدثر ع ۲

مجید کے ورقوں کو الٹ رہے تھے اور اپنا تذکرہ تلاش کر رہے تھے یہاں تک کہ اس آیت پر جا کر ٹھہرے:

وآخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا	کچھ اور لوگ ہیں جن کو اپنے گناہوں کا صاف
عملاً صالحاً وآخر سيئاً عسى الله	اقرار ہے انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو
أن يتوب عليهم إن الله غفور	ملا جلا دیا تھا قریب ہے کہ خدا ان پر مہربانی
رحيم [1]	سے توجہ فرمائے بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے

یہاں پہنچ کر انہوں نے کہا کہ بلا شبہ یہ ہماری تصویر ہے اور میرا اپنا حال ہے۔ قرآن کے مرقع میں اپنے ذکر کی تلاش اور اپنی انفرادی یا اجتماعی تصویر دیکھنا بالکل غیر متوقع نہیں خاص طور پر اس شخص کے لئے جو گرد و پیش کے حالات سے باخبر ہو اور اپنے سینہ میں حساس دل رکھتا ہو کوئی بھی ایسا شخص جب قرآن کے معانی میں غور و فکر کرے گا تو اسے ان حالات کا عکس بھی کہیں نظر آجائے گا اور راہِ عمل کی طرف رہنمائی بھی اسے مل جائے گی۔

ہم اور آپ جس ماحول میں اور جس سرزمین میں رہتے ہیں اس میں ہمارے لئے مسائل بے شمار ہیں لیکن اصل مسئلہ اور تمام مسئلوں کا منبع اور سرچشمہ یہ ہے کہ برادران وطن بالکل جائز انسانی اور قانونی حقوق اپنے ہم وطنوں کو دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس اعتبار سے سورۂ یوسف کے مطالعہ کے دوران ایک طالب علم کو برادرانِ وطن اور برادرانِ یوسفؑ کے درمیان ایک گونہ مماثلت نظر آجائے تو اس میں تعجب کی بات نہیں۔ برادرانِ یوسفؑ اکثریت میں تھے اور برادران وطن بھی اکثریت میں ہیں۔ اس ملک میں اسی طرح مسلمان معتوب اور محسود ہیں جس طرح حضرت یوسفؑ کے خلاف ان کے تمام بھائی آتشِ حسد میں جل رہے تھے برادران وطن ان کے جان و مال کے دشمن اسی طرح ہیں جس طرح برادران یوسف حضرت یوسف کے جانی دشمن تھے۔ تعلیم اور اقتصادیات کی پسماندگی کے نہ جانے کتنے اندھے کنویں ہیں جس میں مسلمانوں کو ڈالا گیا ہے، اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

---

[1] التوبہ ع ۱۳

"پس چہ باید کرد" کا سوال ہر اس شخص کی زبان پر ہے جو دل میں ملت کا درد رکھتا ہو۔ اس سورہ کے مطالعہ کے دوران ایسا محسوس ہوا کہ یہ سورہ مسلمانوں سے کچھ کہنا چاہتی اور انہیں زیرِ لب کچھ پیغام دینا چاہتی ہے۔

شانِ نزول احادیث اور تفسیر کی کتابوں میں جو کچھ اس سورہ کے شانِ نزول کے بارے میں وارد ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے ایک مرتبہ یہودیوں سے اسلام کے مشن کے بارے میں اپنی پریشانی اور مخالفت کی ناکامی کا اظہار کیا۔ یہودیوں نے کہا کہ تم ان سے ایسے سوالات کرو جس سے ان کا بر سرِ غلط ہونا اور انبیاء کے واقعات سے بے خبر ہونا ثابت ہو جائے تم ان سے یہ پوچھو کہ حضرت یعقوبؑ کی نسل شام سے مصر کیوں منتقل ہوئی۔ اگر یہ نبی نہیں ہیں تو اس سوال کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ چنانچہ آپ پر یہ سورہ نازل ہوئی جس میں حضرت یوسفؑ کا قصہ مکمل و مفصل نہایت ہی مؤثر اور دلنشین پیرایہ میں نازل ہوا ہے۔

الٓرٰ تلک اٰیات الکتٰب المبین۔ اِنّآ	یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ہم نے اس قرآن کو
انزلنٰہ قرءٰنًا عربیًا لعلکم تعقلون	عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو، اے پیغمبر
نحن نقص علیک احسن القصص	ہم اس قرآن کے ذریعہ جو ہم نے تمہاری طرف
بما اوحینا الیک ھٰذا القرآن	بھیجا ہے ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں
وان کنت من قبلہٖ لمن الغافلین	اور تم اس قصہ سے بے خبر تھے۔

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی جہاں اسلام قبول کرنے والوں کو طرح طرح کی اذیت دی جا رہی تھی۔ مکہ میں یہ سورہ اس لئے نازل ہوئی کہ حضرت یوسف کی سرگزشت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں گوناگوں مشابہت پائی جاتی ہے۔ حضرت یوسفؑ کو اپنے بھائیوں کے آتشِ انتقام کا شکار ہونا پڑا۔ ان کے قتل کی سازش کی گئی، اندھے کنویں میں انہیں ڈال دیا گیا۔ چھوٹی عمر میں ہی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ بازارِ مصر میں انہیں غلام بنا کر بیچا گیا حالانکہ

وہ آزاد تھے اور پیغمبر کے بیٹے تھے۔ آپ کی آغوش محبت چھوٹ گئی وطن چھوٹ گیا کئی سال جیل میں رہنا پڑا۔ آخر کار کیا ہوا؟ قدرت کے غیر مرئی ہاتھوں نے ایک بادیہ نشین ایک فقیر بے نوا ایک غریب الدیار کو عزت و اقتدار کے بلند ترین منصب پر فائز کر دیا۔ یہ سورہ زبان حال سے کفار مکہ کو خطاب کرتی ہے اور اپنا یہ پیغام سناتی ہے کہ جس طرح برادرانِ یوسفؑ کا کید و حسد کام نہ آیا اسی طرح ان کا کید و حسد بھی بے کار ہو کر رہے گا اور اہل ایمان اپنی ایمانی قوت اپنے کردار کی جگمگاہٹ کے ذریعہ عزت و اقتدار کے منصب پر اس طرح فائز المرام ہوں گے جس طرح حضرت یوسفؑ اپنے تقوے اور صبر کے ذریعہ مقام حکمرانی اور منصب فرماں روائی تک پہنچے تھے۔

قرآن مجید کے نزول کا مقصد قصہ گوئی و داستان سرائی نہیں ہے۔ یہ اس سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ وہ قصوں کو تفریح اور دلچسپی کے لئے بیان کرے۔ دراصل گذری ہوئی قوموں کے واقعات میں زندہ قوموں کے لئے عبرت و نصیحت کا سامان پوشیدہ ہوتا ہے۔ قرآن نے امم سابقہ کی تاریخ اس لئے بیان کی ہے کہ اس کی روشنی سے حال کی تاریکیاں دور ہو جائیں اور مستقبل کی راہ روشن ہو جائے۔ خوف اور اندیشے دور ہو جائیں اور رمایوسیوں کے بادل چھٹ جائیں۔ سورہ ہود میں ہے۔

وکلا نقص علیك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك وجاءك فی ھذہ الحق وموعظة وذکری للمؤمنین ؎	اور اے پیغمبر رسولوں کی سرگزشتوں میں جو قصے ہم تمہیں سناتے ہیں تو اس لئے سناتے سناتے ہیں کہ تمہارے دل کو تسکین دیدیں اور پھر ان کے اندر تمہیں امر حق مل گیا اور موعظت اور یاد دہانی ہوئی مومنوں کے لئے۔

اسی طرح سورہ یوسف میں ہے۔

لَقَدْ کَانَ فِی قَصَصِھِمْ عِبْرَةٌ لاولی الالباب ما کان حدیثا یفتری و	یقیناً ان لوگوں کے قصے میں دانشمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے یہ کوئی جی سے گڑھی

؎ سورہ ہود ۱۲۰

لکن تصدیق الذی بین یدیہ و تفصیل کل شیئ و ھدی و رحمۃ لقوم یومنون ؎۱	ہوئی بات نہیں بلکہ اس کتاب کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے آچکی ہے نیز ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں (ہدایت) کی ساری باتوں کی تفصیل ہے اور رہنمائی ہے اور رحمت ہے۔

مکہ میں مسلمان گھٹی گھٹی فضا اور سہمے ہوئے ماحول میں زندگی گذار رہے تھے۔ ایذا رسانی کی کوئی شکل نہ تھی جس کا مزہ انہیں چکھنا نہ پڑا ہو۔ اس وقت مدینہ کی اسلامی حکومت اور فتوحات کا سیلاب نظروں سے اوجھل تھا، فضا کہر آلود تھی، امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی، مسلمان شب و روز موت اور زیست کی لڑائی لڑ رہے تھے بعد میں قرآن نے اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس ؎۲	اور وہ وقت یاد کرو جب (مکہ میں) تمہاری تعداد بہت تھوڑی تھی اور تم زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں۔

ان حالات میں یہ سورہ نازل ہوتی ہے اس لئے کہ مکہ کے مسلمان اس وقت تقریباً اس قسم کے حالات سے دوچار تھے جن کا سامنا حضرت یوسفؑ کو کرنا پڑا تھا۔

یہ سورہ احسن القصص ہے کیوں کہ واقعات تاریخ کے بیان کے مقصد کو باحسن پورا کرتی ہے۔ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل عرب اور عجم دنیا کے ہر گوشے میں اس سورہ سے بہترین رہنمائی ملتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس کو رہنما بنایا جائے اور اس سورہ کے مضامین کا بدقت نظر مطالعہ کیا جائے کلام الٰہی کی سورتوں کے مضامین پر جس قدر غور کیا جائے گا اس کے معانی کھلتے چلے جائیں گے جو ایمان میں اضافے اور قلب کی تسکین کا باعث بنیں گے۔ قرآن کے معانی میں غور و فکر سے ہدایت کے دروازے کھلتے ہیں (الرعد ۴) مکی زندگی میں ان انبیاء کے واقعات بیان کئے گئے ہیں

؎۱ یوسف ۱۱۱ ؎۲ انفال (۲۶)

جن کی قوم ابتدا ءمیں آزمائش کے مرحلوں سے گذری تھی۔ حضرت موسیٰ کا واقعہ بھی اسی لئے بیان کیا گیا ہے۔ اصحاب کہف کی داستان بھی اسی لئے سنائی گئی ہے اور مقصد ہر جگہ تذکیر ہے نہ کہ محض داستان سرائی۔

داستان کا خلاصہ

اس سورہ کا حسنِ آغاز ایک خواب سے ہوتا ہے۔ یہ خواب حیرت انگیز اور چونکا دینے والا ہے۔ حضرت یوسفؑ دیکھتے ہیں کہ آفتاب وماہتاب اور ان کے ساتھ گیارہ ستارے ہیں جو ان کے آگے سجدہ ریز ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے یہ خواب دیکھا اور اپنے والد سے بیان کیا۔ چوں کہ اس خواب میں اپنی عظمت کا پہلو بھی موجود تھا اس لئے حضرت یوسفؑ کو اس کے بیان کرنے میں جس حجاب کا احساس ہوا قرآن نے بلاغت کے ساتھ قصہ بیان کرنے میں اس کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے روانی کے ساتھ یہ نہیں کہا کہ میں نے سورج اور چاند اور ستاروں کو اپنے آگے سجدہ ریز دیکھا ہے بلکہ اس طرح بیان کیا کہ میں نے خواب میں ستاروں اور چاند وسورج کو دیکھا ہے اور یہ دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں

یٰأَبتِ اِنّی رَأیتُ احدَ عشَرَ کوکبًا وَّالشَّمسَ وَالقمرَ رَأیتُہُم لِی سَاجِدِینَ۔

نکبت ونا سازگاری، محرومی حضرت یوسفؑ کی ابتدائی زندگی میں حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی ان کو بھائیوں کے دست جفا کی اذیت ناکیوں کو سہنا پڑا۔ بھائیوں نے حسد اور انتقام کے جذبے سے حضرت یوسف کو اندھے کنویں میں ڈال دیا۔ ایسے کنویں میں جس میں نہ پانی تھا نہ آب و دانہ کا انتظام لیکن قدرت کو منظور کچھ اور تھا۔ شام سے آنے والا ایک قافلہ جو مصر جارہا تھا۔ کنویں کے پاس مقیم ہوا۔ پانی کے لئے اس نے ڈول ڈالا حضرت یوسفؑ سمجھے کہ شاید بھائیوں کو رحم آگیا وہ ڈول پکڑ کر لٹک گئے قافلہ والوں نے جب ڈول کھینچا تو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی کی انبساط میں کہہ اٹھے

یا بشریٰ ھٰذا غلام — بشارت ہو ایک غلام ہاتھ آیا ہے۔

حضرت یوسفؑ کی زندگی کا یہ پہلو بڑی نصیحتیں پنہاں رکھتا ہے۔ قافلے والوں نے ان کو غلام بنا کر مصر کے بازار میں فروخت کر دیا وہ آزاد تھے اور پیغمبر کے صاحبزادے وہ خدا کے

فیصلے پر راضی تھے۔ مصر جہاں ان کو بیچا گیا دو ہزار سال قبل مسیح تمدن و تہذیب کا گہوارہ تھا یہاں کے حکمراں عمالقہ (ھکسوس) تھے۔ حضرت یوسف کنعان کے ایک بدوی غلام کی حیثیت میں بازار مصر میں فروخت کیے گئے ایک تو کنعان سے انتساب ہی مصر کی متمدن زندگی میں ان کی حیثیت کو گرانے والا تھا اس پر سے غلامی کا طوق گردن میں۔ پھر ان کا نہ کوئی سرپرست نہ مددگار۔ کم حیثیتی اور ذلت و نامرادی کی تمام شکلیں ان کی ذات میں جمع ہو گئی تھیں اس پر مستزاد یہ کہ انہیں کوڑی کے مول فروخت کیا گیا۔ کچھ قیمت زیادہ ہوتی تو عزت بھی ہوتی۔ قرآن میں ہے۔

وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ — انہوں نے بہت کم قیمت میں صرف چند درہم میں ان کو بیچ دیا۔

مصر کے لوگ صحرائی قبائل کو نہایت ذلت و حقارت سے دیکھتے تھے۔ ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتے تھے جو اچھوتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے پھر کنعان کا قبیلہ جہاں تمدن و تہذیب مدنیت و حضارت کا گذر نہ تھا۔ بکریوں کے گلے لوگ چراتے تھے اور شکار کے ذریعہ اپنا رزق حاصل کرتے تھے۔ غلامی کی حیثیت نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی تھی۔ اگر محض اسباب پر اور ظاہری حالات پر اعتماد کر لیا جائے تو حضرت یوسف کی کسی کامیاب اور باوقار زندگی کا کوئی امکان موجود نہ تھا چہ جائیکہ دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور تہذیب یافتہ ملک مصر کی زمام اقتدار ان کے حوالے کر دی جائے۔

ایک صاحب شوکت و حشمت رئیس عزیز مصر نے جس کا نام فوطے دار تھا ان کو خرید لیا حضرت یوسفؑ جب اس کے گھر میں داخل ہوئے تو اپنی شریفانہ زندگی حلم و وقار امانت اور سلیقہ مندی کے پاک اور صاف اوصاف کی بدولت عزیز مصر کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہا۔

اکرمی مثواہ عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولدا[1] — اسکو عزت سے رکھو کچھ عجیب نہیں کہ یہ ہم کو فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں۔

---

[1] یوسف: ۲۱

فوطے دار نے حضرت یوسف کے ساتھ غلاموں کا معاملہ نہیں کیا بلکہ اپنی اولاد کی طرح عزت و احترام سے رکھا اور اپنی ریاست دولت و ثروت اور گھریلو زندگی کی تمام ذمہ داریاں ان کے سپرد کر دیں اور ان کو اپنی تمام چیزوں کا ذمہ دار اور امانت دار بنا دیا یہ خدائی انتظام تھا کنعان کے گلہ بان کو عنقریب جو جہاں داری و جہاں بانی سپرد ہونے والی تھی یہ اس کی تمہید تھی۔

وکذلک مکنا لیوسف فی الارض	اور اسی طرح جگہ دی ہم نے یوسفؑ کو اس
ولنعلمہ من تاویل الاحادیث	ملک میں اور اس واسطے کہ اس کو سکھائیں
واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر	باتوں کا نتیجہ اور مطلب نکالنا اور اللہ طاقتور
الناس لا یعلمون [1]	رہتا ہے اپنے کام میں لیکن اکثر آدمی ایسے ہیں جو نہیں جانتے۔

قد و گیسو کی آزمائش سے قید و محن کی آزمائش تک:

لیکن جہاں بانی اور جہاں داری کے منصب تک پہنچنے سے پہلے آزمائش کے خارزار سے انسان کو گذرنا پڑتا ہے اور تقویٰ اور صبر کا امتحان دینا پڑتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کو قید و محن کی آزمائش سے پہلے قد و گیسو کی آزمائش سے گذرنا پڑا۔ ان کا عنفوان شباب تھا۔ خوب روئی اور ظاہری حسن و وجاہت کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جو ان میں موجود نہ ہو اخلاق و کردار کے جوہر تھے ان کو اور بھی زیادہ دلفریب اور دلنواز بنا دیا تھا ان سب پر مستزاد شب و روز کا ساتھ۔ عزیز مصر کی بیوی دل ہار بیٹھی اور اس نے غلط ارادہ کر لیا یہی تقویٰ کی آزمائش تھی۔ شاہی خاندان کی عورت کے لئے زیب و زینت کی نمائش اور تجمل و آرائش کے سامان کی کیا کمی ہو سکتی تھی اس نے عشوہ طرازی اور دل ربائی کے تمام حربے استعمال کر لئے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام بھی محض پیکر خوبی و حسن و جمال نہ تھے بلکہ خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ بھی تھے اور منصب نبوت کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ یہاں یہ نسبت کام آئی اور نظروں کے تیر اور اداؤں کی تلوار کے لئے ڈھال بن گئی۔ یہ نسبت کوئی

---

[1] سورہ یوسف: ۲۱

معمولی نسبت نہ تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کون تھے؟ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے نور دیدہ تھے۔ خاندان نبوت سے آپ کو جو نسبت تھی ایمان و تقویٰ کے جس ماحول میں آپ نے پرورش پائی تھی اس کے خلاف یہ بات تھی کہ آپ کسی گناہ میں مبتلا ہو جاتے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ [1]

اس عورت نے یوسف سے ارادہ کر لیا اور وہ بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے پروردگار کے برہان کو نہ دیکھ لیتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام "برہان رب" کے ذریعہ قد و گیسو کے امتحان میں کامیاب ہوئے اور ان کا دامن آلودہ نہ ہوا۔ انہوں نے نہ صرف دیانت و امانت سلیقہ شعاری اور انتظام و انصرام کا اعلیٰ ثبوت دیا بلکہ اپنی پاک دامنی خوف الٰہی کا آخری نمونہ عزیز مصر کے گھر میں پیش کیا جب گھر اور گھر سے باہر حضرت یوسف کی پاک دامنی اور عزیز مصر کی بیوی اور شہر کی نام نہاد عزت دار عورتوں کی بداطواری کے چرچے پھیلنے لگے تو عزیز مصر نے خیریت اسی میں سمجھی کہ حضرت یوسف کو جیل میں ڈال دیں۔ عزیز مصر کی بیوی نے بھی سزا دینے کی ٹھان لی تھی۔ حضرت یوسفؑ کے سامنے دو راستے تھے ایک تو یہ کہ وہ ماحول کا دباؤ اور عزیز مصر کی بیوی کا اصرار قبول کر لیں اور دوسرا یہ کہ آرام و عافیت کی زندگی کو قربان کر کے جیل کی پرمشقت زندگی کو ترجیح دیں۔ حضرت یوسفؑ نے قید و بند کی زندگی قبول کر لی۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ کَیْدَهُنَّ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ [2]

یوسف نے کہا اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ مجھ کو بلاتی ہیں مجھے اسکے مقابلے میں قید خانہ زیادہ پسند ہے اگر تو نے مجھ سے ان کے مکر کو نہ ہٹا دیا اور میری مدد نہ کی تو میں ان کی جانب جھک نہ جاؤں اور نادانوں میں

---

[1] سورہ یوسف ۲۴ [2] یوسف ۳۴-۳۵

سے نہ ہو جاؤں پس اس کے رب نے اس کی
دعاء قبول کی اور اس سے ان کا مکر ہٹا دیا -
بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے -

حضرت یوسف کا جوہر کردار قید خانے میں بھی نہ چھپ سکا اور قید خانہ کا داروغہ ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا اور جیل کا تمام انتظام وانصرام ان کے سپرد کر دیا اور ان کے پاک اوصاف کی شہرت پھیلتی چلی گئی جس طرح بوئے گل چمنستان میں پھیلتی چلی جاتی ہے -

دعوت وتبلیغ یوسفؑ کے ساتھ دو نوجوان قید خانے میں داخل ہوئے ان میں سے ایک بادشاہ کا ساقی تھا اور دوسرا شاہی باورچی خانہ کا داروغہ اور ان میں سے ساقی یہ کہنے لگا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب بنانے کے لئے انگور نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیوں کا خوان ہے پرندے اسے کھا رہے ہیں -

حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔ اور دین حق کی اشاعت کی ذمہ داری ان پر ڈالی تھی - وہ قید خانے کی زندگی میں بھی اپنے فرض سے غافل نہ تھے - ایک داعی اپنی دعوت کو پیش کرنے کے لیے ہمیشہ بے قرار اور مناسب موقع کی تلاش میں رہتا ہے - انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور یہ کہا کہ دوپہر کا کھانا آنے سے پہلے میں تمہیں خواب کی تعبیر بتا دوں گا اور پھر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے توحید کی دعوت پیش کی اور اسی کے ساتھ انہوں نے اپنے ملی تشخص کا بھی اعتماد کے ساتھ اظہار کیا -

انی ترکت ملۃ قوم لا یؤمنون باللہ	میں نے ان لوگوں کی ملت اختیار نہیں کی جو
وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون واتبعت	اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے
ملۃ اٰباءی ابراھیم واسحاق و	بھی منکر ہیں - میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم
یعقوب ما کان لنا ان نشرک باللہ	اسحاق اور یعقوب کی ملت کی پیروی کی ہم
من شیئ ذلک من فضل اللہ علینا	ایسا نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز

وعلى الناس ولكن اكثر الناس
لا يشكرون ۝ يا صاحبى السجن
ءارباب متفرقون خير ام الله
الواحد القهار ۝ ما تعبدون من
دونه الا اسماء سميتموها انتم
وآباؤكم ما انزل الله بها من سلطان
ان الحكم الا لله امر ان لا تعبدوا
الا اياه ذلك الدين القيم ولكن
اكثر الناس لا يعلمون ؎

کو بھی شریک ٹھہرائیں یہ اللہ کا ایک فضل ہے جو اس نے ہم پر اور لوگوں پر کیا ہے لیکن اکثر لوگ اس نعمت کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔ اے دوستو تم نے اس پر بھی غور کیا کہ جدا جدا معبودوں کا ہونا بہتر ہے یا اللہ کا جو یکتا اور سب پر غالب ہے تم اس کے علاوہ وہ جنکی بھی عبادت کرتے ہو ان کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ چند نام ہیں جنکو تمہارے باپ دادا کرنے گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ہر گز کوئی سند نہیں اتاری حکومت تو صرف اللہ کے لئے ہے اس نے یہ حکم دیا ہے کہ اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

بعد میں حضرت یوسفؑ نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان کی اور کہا کہ جو انگور نچوڑ رہا ہے وہ پھر آزاد ہو کر بادشاہ کے ساقی کی خدمت انجام دے گا اور جس نے روٹیوں والا خواب دیکھا ہے اسکو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

کہا جاتا ہے کہ ساقی اور داروغہ باورچی خانہ پر یہ الزام تھا کہ انھوں نے بادشاہ کے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا دیا تھا جب تحقیقات ختم ہوگئیں تو داروغہ پر جرم ثابت ہوگیا اور ساقی کو بری کر دیا گیا۔

حضرت یوسفؑ جب تعبیر خواب سے فارغ ہو گئے تو ساقی سے یہ سمجھ کر کے کہ وہ نجات پا جائے گا فرمانے لگے اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کرنا لیکن ساقی جب رہا ہو گیا تو اس کو

؎ سورہ یوسف آیت ۴۰

سیدھی راستی بجائے اگر لفظ معانی لکھے جاتیں تو اور بھی خوب
یعنی وہ رائے بعد نہ جانے (قید خانے) کے رفیقو !

اپنی مشغولیتوں میں حضرت یوسفؑ کا یہ کہنا یاد نہیں رہا۔ حضرت یوسفؑ چند سال اور قید میں رہے حضرت یوسف ابھی قید خانے میں تھے کہ مصر کے بادشاہ فرعون نے خواب دیکھا (حضرت یوسفؑ کا یہ واقعہ فراعنہ مصر کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے اور مصر کے بادشاہ کو ان کے زمانے میں بھی فرعون کہا جاتا تھا) کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دبلی اور دبلی گائیں موٹی گایوں کو نگل گئی ہیں اسی طرح سات سرسبز و شاداب بالیاں ہیں اور سات خشک لیکن خشک بالیوں نے سرسبز بالیوں کو کھالیا ہے۔ بادشاہ سوکر اٹھا تو پریشان تھا۔ درباروالوں نے خواب کی مختلف تعبیر بیان کی لیکن بادشاہ مطمئن نہ ہوا۔ اچانک بادشاہ کے ساقی کو اپنا خواب اور یوسفؑ کی تعبیر کا واقعہ یاد آگیا اس نے کہا اگر مہلت دیں تو تعبیر لا سکتا ہوں۔ بادشاہ کی خصوصی اجازت سے وہ اس وقت قید خانے میں پہنچا اور حضرت یوسفؑ کو بادشاہ کا خواب سنایا۔ حضرت یوسفؑ نے خواب کی تعبیر بیان کی اور وہ یہ کہ تم سات برس تک لگاتار کھیتی کرتے رہو گے اور یہ تمہاری خوش حالی کے سال ہوں گے جب کھیتی کٹنے کا وقت آئے تو جس قدر مقدار تمہارے سال بھر کے کھانے کے لئے ضروری ہو اس کو الگ کرلو اور باقی غلے کو بالوں میں رہنے دو تاکہ محفوظ رہے اور گلے سڑے نہیں اس کے بعد سات برس بہت مصیبت کے آئیں گے اور تمہارا جمع کیا ہوا تمام ذخیرہ ختم کردیں گے اسکے بعد پھر ایک برس ایسا آئے گا کہ خوب پانی برسے گا کھیتیاں ہری بھری ہوں گی اور لوگ پھلوں اور دانوں سے عرق اور تیل فراوانی کے ساتھ نکالیں گے یعنی موٹی گائیں اور سرسبز بالیاں خوش حالی کے سال ہیں اور دبلی گائیں خشک بالیاں خشک سالی کی علامت ہیں۔

بادشاہ نے جب یہ تعبیر سنی تو حضرت یوسفؑ کے علم و دانش اور جلالت قدر کا قائل ہوگیا اور تعبیر دیکھے ہوئے ان سے بے پناہ متاثر ہوگیا یہ کہنے لگا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي[۱] بادشاہ نے کہا اسکو میرے پاس لاؤ میں اسکو اپنے لئے خاص کرلوں۔

بادشاہ نے فیصلہ کرلیا کہ حضرت یوسفؑ کو اپنا معتمد علیہ اور مقرب ترین شخص بناؤں گا

---

[۱] سورہ یوسف: ۵۰

اس نے اپنا ایلچی بھیجا۔ بادشاہ کا پیام حضرت یوسف کے لئے پروانہ آزادی و راہداری لایا۔ اگر حضرت یوسفؑ کی جگہ کوئی اور ہوتا جس نے سالہا سال قید کی مشقتیں اٹھائیں ہوتیں تو وہ فوراً جیل خانے سے باہر آجاتا لیکن حضرت یوسف کو عزت نفس کا خیال تھا اسی لئے انہوں نے کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ انہوں نے کہا پہلے ان عورتوں کے معاملے کی تحقیق ہونی چاہیئے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ بادشاہ نے جب یہ سنا تو ان عورتوں کو بلوایا اور ان سے کہا صاف صاف بتاؤ کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔

حٰشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ[1] حاشا للہ ہم نے اس میں برائی کی کوئی بات نہیں پائی۔

یہ سب سنکر اسوقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا:

الآن حصحص الحقّ انا راودتہ عن نفسہ وانہ لمن الصّادقین[2] اصل حقیقت اب ظاہر ہوگئی میں نے ہی ڈورے ڈالنے اور بہکانے کی کوشش کی تھی بلاشبہ وہ بالکل سچا تھا۔

حضرت یوسف کی مخالف عورتوں نے ان کی طہارت نفس اور پاکی کردار کی شہادت دی۔

تمکین فی الارض کی منزل

عزیز کی بیوی کے اس اعتراف کے بعد کہ اس نے ہی ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ میں اگر گناہ سے بچ گیا اور خیانت کا مرتکب نہیں ہوا تو یہ دراصل خدائی فضل اور غیبی حفاظت کا انتظام ہے ورنہ انسانی نفس تو ان کو برائی میں مبتلا ہونے کی ہمہ وقت ترغیب ہی دیتا رہتا ہے۔

ذلک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب وان اللہ لایھدی کید الخائنین وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ (یوسف نے کہا) یہ اس واسطے کہ عزیز کو معلوم ہوجائے کہ میں نے اس کے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ دغابازوں کا

---

[1] سورہ یوسف: ۵۱ [2] سورہ یوسف: ۵۱

بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم ہ [1]

فریب کامیاب نہیں کرتا اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا بیشک نفس بہت زیادہ برائی کی تلقین کرتا ہے مگر یہ کہ رحم کرے پروردگار بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

(پیغمبر کے علاوہ کوئی اور شخص ہوتا تو آسانی سے اس جگہ شیطانی وسوسہ کا شکار ہو جاتا اور اپنے پاکی داماں کی حکایت فخر کے ساتھ بیان کرتا لیکن اس جگہ بھی حضرت یوسف اس گناہ کی آلودگی سے بچنے کو رحمت الہٰی کا فیض قرار دے رہے ہیں۔ انبیاء کرام کی عصمت کے پس پردہ خدائی حفاظت اور مدد ہوتی ہے اور جو لوگ بھی اس بے حد سخت اور نازک آزمائش میں کامیاب ہو جاتے ہیں دراصل ان پر اللہ کا خاص فضل ہوتا ہے اور یہ فضل ان پر ہوتا ہے جن کے دلوں میں خدا کا خوف موجود ہوتا ہے اور آخرت کا خیال غالب رہتا ہے اور عشق حقیقی اپنا آشیانہ اور حسن ازل اپنا نشیمن بناتا ہے۔

حضرت یوسف کی طہارت نفس عالم آشکارہ ہو چکی اور ان کی اخلاقی برتری کا اعتراف اس نے کر لیا۔ جس نے خود کو دودھ کا دھلا ثابت کرنے کے لئے تہمت لگائی تھی اور اعتراف بھی کیا۔ علی رؤس الاشہاد جس کا نتیجہ ہوا کہ بادشاہ وقت ان کا والا و شیدا و معتقد بن گیا اور انکی جلالت شان کا سکہ اس کے دل میں بیٹھ گیا۔ بادشاہ ان کی بلند کرداری، خوش اطواری، عصمت نفس کے ساتھ ان کی دانشمندی حسن انتظام اور فراست کا بھی قائل اور معتقد بن گیا۔ اس نے ان کا بے حد اکرام کیا اور ان کو عزت کا مقام عطا کیا۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ آپ نے خواب کی تعبیر میں جس قحط سالی کا تذکرہ ہے اس سے نپٹنے کے لئے کیا تدبیریں اختیار کی جائیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ خزانہ حکومت اور مالیات کا مجھے ذمہ دار بنا دیجئے میں سب سے بہتر حفاظت کر سکتا ہوں کیوں کہ اللہ نے مجھے حفظ و امانت کے ساتھ علم و مہارت کی صفات بھی عطا فرمائی ہیں۔

---

[1] سورہ یوسف: ۵۳

قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم [1]

یوسف نے کہا کہ مملکت کے خزانوں پہ مجھے مختار کر دیجیے۔ میں حفاظت کر سکتا ہوں اور میں اس کام کا جاننے والا ہوں۔

فرعون کے حد درجہ تاثر کا ذکر توارات میں اس طرح آیا ہے۔

"فرعون نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ از بس کہ خدا نے تجھے بصیرت دی ہے، کوئی تجھ جیسا عاقل اور دانشور نہیں تو میرے گھر کا مختار ہو اور اپنا حکم میری سب رعیت پر جاری کر۔ فقط تخت نشینی میں میں تجھ سے بزرگ تر رہوں گا۔ پھر فرعون نے یوسف سے کہا دیکھ میں نے تجھے ساری زمین مصر پر حکومت بخشی اور فرعون نے اپنی انگوٹھی اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسف کے ہاتھ میں پہنا دی اور اسکو کتان کا لباس پہنایا اور سونے کا طوق اس کے گلے میں ڈالا اور اسے مصر کی ساری مملکت پر حاکم بنایا اور فرعون نے یوسف علیہ السلام کو کہا کہ میں فرعون ہوں اور بغیر تیرے مصر کی ساری زمین میں کوئی انسان اپنا ہاتھ یا پاؤں نہ اٹھائے گا۔" [2]

کردار کی بلندی کامیابی کی کلید:

بادشاہ حضرت یوسف کی دانش مندی فہم و بصیرت اور اس کے ساتھ ان کی پاکیزگی نیکی اور شرافت امانت و دیانت سے غیر معمولی طور پر متاثر ہو چکا تھا۔ حضرت یوسف کی نورانی شخصیت اور ملکوتی صفات کا اثر فرعون کے دل پہ نقش ہو چکا تھا حضرت یوسف تو پیغمبر تھے لیکن عام انسان بھی جب اللہ سے اپنا تعلق استوار کر لیتا ہے اور روح اور اخلاق کا تزکیہ کر لیتا ہے تو محبوبیت اور خوئے دلنوازی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور لوگوں کے درمیان اسے مقبولیت کا مقام عطا ہوتا ہے اور اللہ کا زمین پہ اقتدار عطا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دلوں کی دنیا اس کیلئے مسخر کر دی جاتی ہے۔ سب سے پہلے تو عزیز مصر ان کا گرویدہ ہو گیا تھا اور اسی گرویدگی کے بعد ان کی یہ پوزیشن ہو گئی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

---

[1] سورہ یوسف: ۵۵ [2] توارات ــ پیدائش

وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ولنعلمہ من تاویل الاحادیث[1] — اور اسی طرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اس زمین میں اسواسطے کہ ہم نے انہیں تعلیم دیں باتوں کی حقیقت کو سمجھنے کی۔

یہ تمکین فی الارض کا ابتدائی مرحلہ تھا۔ یہ اقتدار تام کی تمہید تھی تاکہ ان میں انتظام و انصرام فہم و بصیرت اور دانشمندی کے اوصاف اپنی مکمل شکل میں پیدا ہو جائیں اور جب یہ کام انجام پا گیا اور اسی کے ساتھ صبر و تقویٰ کا امتحان بھی مکمل ہو گیا تو تمکین فی الارض اپنے کامل شکل میں عطا کی گئی اور یہاں بھی وہی عبارت دہرائی گئی ہے لیکن یہاں ولنعلمہ من تاویل الاحادیث کے بجائے لا نضیع اجر المحسنین کہا گیا۔

وکذلک مکنا لیوسف فی الارض یتبوأ منہا حیث یشاء نصیب برحمتنا من نشاء ولا نضیع اجر المحسنین[2] — اسی طرح ہم نے سرزمین میں یوسف کے قدم جما دیئے کہ جس جگہ چاہے حسب مرضی رہنے سہنے کا کام لے ہم جسے چاہتے ہیں اسکو اپنی رحمت سے فیض یاب کر دیتے ہیں اور نیک عملوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھوں ملک مصر کی زمام اقتدار آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اسباب اور واقعات کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل میں آنا اور بادشاہ کا خواب دیکھنا اور بادشاہ کے ساقی کا جیل میں آ کر خواب کی تعبیر پوچھنا بادشاہ کا بے حد متاثر ہونا وغیرہ وہ واقعات ہیں جن کا سلسلہ اللہ نے اپنے مقصد و ارادہ کو پورا کرنے کے لئے چلایا۔ یہ واقعات محض اتفاقاً رونما نہیں ہوئے یہی مفہوم ہے اس آیت کا۔

ان ربی لطیف لما یشاء[3] — بے شک میرا رب جو کچھ چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کر لیتا ہے۔

اور

---

[1] سورہ یوسف: ۲۱ [2] سورہ یوسف: ۵۶ [3] یوسف: ۱۰۰

واللّٰہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ؎
اور اللہ اپنے کام پر غالب رہتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

جس طرح ایک ناول نگار اپنے ناول کے فرضی واقعات کے تانے بانے تیار کرتا ہے تاکہ قصہ کو ایک متعین انتہا تک پہنچائے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس عالم اسباب میں اپنے ارادہ کی تکمیل کے لیئے واقعات کا سلسلہ شروع کرتا ہے اور انسان یہ محسوس بھی نہیں کر سکتا ہے کہ اسے ایک معلوم اور طے شدہ منزل کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی فرد یا جماعت کو غالب اور حکمراں بنانے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے لیئے اسباب و واقعات کی ایک زنجیر وجود میں لے آتا ہے جس کا کنارہ وہ ہوتا ہے جسے ارادہ الٰہی یا مشیت الٰہی کہتے ہیں ۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے مختار کل اور فرماں روا بن گئے تو انہوں نے اپنی رعایا کو قحط اور فقر و فاقہ سے بچانے کے لیئے اعلیٰ درجہ کا مالی اور اقتصادی نظام ملک میں رائج کیا۔ غلہ کی راشننگ کا نظام دنیا کی معلوم تاریخ میں سب سے پہلے آپ نے شروع کیا۔ آپ نظم و تدبیر میں اپنی مہارت کا اعلان پوری خود اعتمادی کے ساتھ پہلے ہی فرعون کے سامنے کر چکے تھے۔

توراۃ کا بیان اس طرح ہے ۔

"اور یوسف جس وقت مصر کے بادشاہ فرعون کے حضور کھڑا ہوا تیس برس کا تھا اور یوسف فرعون کے حضور سے نکل کر مصر کی ساری زمین میں پھرا اور بڑھتی کے سات برس میں زمین مالا مال ہوئی تب اس نے ان سات برسوں میں کھانے کی ساری چیزیں جمع کیں اور اس نے ان کھانے کی چیزوں کو بستیوں میں ذخیرہ کیا اور ان کھیتوں کی جو ہر بستی کے آس پاس تھے کھانے کی چیزیں اس بستی میں رکھیں اور یوسف نے غلہ دریا کے ریت کے برابر جس کا حساب ممکن نہ ہو جمع کیا بے حساب غلہ جمع ہوا اور پھر سستی اور فراوانی کے سات سال ختم ہو گئے۔ مہنگائی اور قحط کے سال شروع ہوئے۔ ہر جگہ گرانی اور مہنگائی تھی لیکن ملک مصر میں روٹی

؎ یوسف : ۲۱

سب کو میسر تھی لیکن جب خود مصر میں مہنگائی شروع ہوئی تو رعایا فرعون کے پاس پہنچی اور اس نے شکایت کی. فرعون نے رعایا کو کہا کہ یوسف کے پاس جاؤ اور اس کے مشورے پر عمل کرو۔ یوسف نے جمع شدہ ذخیرہ کھول دیا. تمام زمین پر کال تھا ہر ملک سے لوگ غلہ کی تلاش میں مصر آنے لگے۔ جب یعقوب نے دیکھا کہ مصر میں غلہ ہے تب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تم کیوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہو. دیکھو میں نے سنا ہے کہ مصر میں غلہ ہے تم وہاں جاؤ اور وہاں سے غلہ خرید کر لاؤ تاکہ ہم زندہ رہیں اور بھوک سے نہ مریں۔

(تورات۔ باب پیدائش آیات)

مصر کے قرب وجوار کا علاقہ قحط سالی سے متاثر تھا اور کنعان میں یعقوب علیہ السلام کا خاندان بھی قحط سالی کے اثرات کا شکار تھا۔ انہوں نے اپنے لڑکوں کو مصر سے غلہ خرید کر لانے کا حکم دیا۔ یوسف فروشوں پر مشتمل یہ قافلہ فرماں روائے مصر حضرت یوسف کے سامنے کاسۂ گدائی لے کر پہنچا۔ حضرت یوسف نے ان کو پہچان لیا لیکن برادرانِ یوسف اپنے بھائی کو نہ پہچان سکے. حضرت یوسف نے قافلہ والوں سے گھر کے احوال دریافت کرلئے اور اس طرح اپنے والد حضرت یعقوب اور اپنے بھائی بن یامین کی خیریت دریافت کرلی انہوں نے منہ مانگا غلہ دیا اور کہا کہ آئندہ اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو بھی لے کر آنا ورنہ غلہ نہیں ملے گا. جب برادران یوسف واپس جانے لگے تو حضرت یوسف نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ ان کے سامان میں وہ پونجی رکھ دو جو انہوں نے بطور قیمت کے ادا کی تھی برادران یوسف نے تمام سرگزشت اپنے والد حضرت یعقوب کو سنائی اور بتایا کہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کردی گئی ہے البتہ آئندہ غلہ ملنے کی شرط یہ لگائی ہے کہ ہم بن یامین کو اپنے ساتھ مصر لے جائیں اور ہم اس کی نگہبانی کے لئے تیار ہیں. حضرت یعقوب نے جواب دیا کہ کیا میں اسی طرح تم پر اعتماد کرلوں جس طرح یوسف کے معاملہ میں کرچکا ہوں. تمہاری کیا اعتبار البتہ اللہ تعالیٰ بہترین حفاظت کرنے والا ہے جب برادران یوسف

نے پختہ عہد کیا تو حضرت یعقوب بن یامین کو ساتھ چلانے کے لئے تیار ہو گئے۔ عہد و پیمان کے بعد برادران یوسف کا قافلہ دوبارہ کنعان سے مصر کو روانہ ہوا اور اس مرتبہ بن یامین بھی ساتھ تھے حضرت یعقوب نے رخصت ہوتے وقت نصیحت فرمائی کہ دیکھو سب ایک ہی دروازہ سے مصر میں داخل مت ہونا بلکہ الگ الگ متفرق دروازوں سے مصر میں داخل ہونا اور یہ بھی فرمایا کہ اس نصیحت کا مقصد یہ نہیں کہ تم اپنی تدبیروں پر گھمنڈ کرو کیونکہ میں تمہیں کسی مصیبت سے ہرگز نہیں بچا سکتا جو اللہ کے حکم سے نازل ہونے والی ہو۔ یہ صرف احتیاطی تدبیر ہے۔

توراۃ میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کی بڑی مدارات کی اور نوکروں کو حکم دیا کہ انکو شاہی مہمان خانہ میں اتاریں اور ان کے لئے پر تکلف انتظام کیا۔ چند روز قیام کے بعد جب یہ رخصت ہونے لگے تو یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان کے اونٹوں کو اس قدر لاد و جتنا کہ یہ لے جا سکیں حضرت یوسف کی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح اپنے عزیز بھائی بن یامین کو اپنے پاس روک لیں لیکن مصری قانون کے مطابق کسی غیر مصری کو بغیر عذر کے زبردستی روکنا ممکن نہ تھا۔ بن یامین کو حضرت یوسف تنہائی میں بتا چکے تھے کہ میں تمہارا بھائی ہوں لیکن دوسرے بھائیوں پر یہ حقیقت منکشف نہ تھی قافلہ جب روانہ ہونے لگا تو کسی کو اطلاع کئے بغیر نشانی کے طور پر انہوں نے اپنا چاندی کا پیالہ بن یامین کے کجاوہ میں رکھ دیا۔

کنعان کے قافلہ نے تھوڑی ہی مسافت طے کی ہو گی کہ یوسف علیہ السلام کے کارندوں نے شاہی برتنوں کی دیکھ بھال کی تو اس میں پیالہ ندارد پایا۔ چوں کہ شاہی محل میں کنعانیوں کے ساتھ کوئی دوسرا نہیں آیا اسلئے وہ سمجھے کہ انہوں نے ہی یہ چوری کی ہے فوراً دوڑے اور چلائے۔ قافلہ والو! ٹھہرو۔ تم چور ہو۔ برادران یوسف کارندوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے ہم پر خواہ مخواہ کیوں الزام لگاتے ہو تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ کارندوں نے جواب دیا کہ بادشاہ کا پیمانہ گم ہو گیا ہے اور ان میں سے ایک نے بڑھ کر کہا کہ جو شخص اس چوری کا پتہ لگا دے گا اس کو ایک اونٹ انعام میں ملے گا اور میں اس بات کا ضامن ہوں۔ برادران یوسف نے کہا کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ ہم مصر میں فساد اور شرارت کی غرض سے نہیں آئے اور تم جانتے ہو کہ ہم اس سے پہلے

بھی غلہ لینے آچکے ہیں۔ ہم میں چوری کی قطعاً عادت نہیں ہے۔ کارندوں نے پوچھا کہ "اچھا جس کے پاس سے چوری کا مال برآمد ہو اس کی کیا سزا ہونی چاہیئے"۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ خود آپ اپنی سزا ہے یعنی وہ تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا تاکہ وہ اپنے جرم کی پاداش میں پکڑا جائے کارندوں نے تلاشی لی اور آخر کار بن یامین کے سامان کے اندر پیالہ نکل آیا۔ چناں چہ بن یامین روک لئے گئے اللہ تعالیٰ نے بن یامین کو اس طرح سے روک کر حضرت یوسف کی خواہش پوری کر دی۔ برادران یوسف نے کہا کہ اس کا ایک بھائی یوسف بھی چوری کر چکا ہے حضرت یوسف نے برداشت کیا اور راز فاش نہ کیا۔

برادران یوسف کو اب وہ عہد و پیمان یاد آیا جو انہوں نے بن یامین کے لئے اپنے والد حضرت یعقوب سے کیا تھا اور بن یامین کو رہا کرانے کی خوشامد کرنے لگے کہ عزیز مصر! ہمارا باپ بوڑھا ہے اور اس لڑکے کو بہت چاہتا بھی ہے اس لئے بطور رحم کے اسے چھوڑ دیجئے۔ ان کو حضرت یوسف نے کہا کہ پناہ بخدا یہ کیسے ممکن ہے ہم اگر ایسا کریں گے تو ظالم ہوں گے۔

جب اس جانب سے مایوس ہو گئے تو اب الگ خلوت میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے ان میں سے بڑے نے کہا کہ بھائی تم کو معلوم ہے کہ والد نے بن یامین کے متعلق کس قدر سخت عہد و پیمان ہم سے لیا ہے اور اس سے پہلے تم یوسف کے ساتھ زیادتی کر چکے ہو اس لئے میں تو اس جگہ سے اس وقت تک ٹلنے والا نہیں جب تک کہ والد مجھ کو کنعان آنے کی اجازت نہ دیں یا خدا کوئی دوسرا فیصلہ نہ کر دے۔ تم لوگ جاؤ اور والد کو پورا ماجرہ سناؤ اور کہو کہ ہمیں غیب کا علم تو تھا نہیں کہ بن یامین سے یہ حرکت سرزد ہونے والی ہے اور یہ بھی کہنا کہ آپ مصر کے لوگوں سے اس بات کی تصدیق کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم بالکل سچے ہیں۔

اس مشورے کے بعد وہ کنعان واپس آئے اور حضرت یعقوب سے بے کم و کاست پورا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت یعقوبؑ یوسف کے معاملہ میں ان کی صداقت کا تجربہ کر چکے تھے اس لئے فرمایا "نہیں تمہارے جی نے ایک بات بنائی ہے واقعہ یوں نہیں ہے بن یامین چوری نہیں کر سکتا لیکن اب صبر کے سوا اور کوئی چارہ نہیں"۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ گم گشتہ لڑکوں کو پھر سے جمع کر دے

پھر آہ سرد کے ساتھ انہوں نے کہا "آہ فراق یوسف کی غم انگیزی" حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں شدتِ غم میں روتے روتے سفید ہو گئیں اور سینہ غم کی سوزش سے جل اٹھا مگر صبر کرتے رہے اور اللہ پر اعتماد۔ بیٹے یہ حال دیکھ کر کہنے لگے بخدا تم اس طرح یوسف کی یاد میں گھلتے رہو گے یا اس غم میں جان دے دو گے۔ حضرت یعقوبؑ نے یہ سن کر فرمایا میں کچھ تمہارا تو شکوہ نہیں کرتا میں اپنی حاجت اور غم اللہ کی بارگاہ میں رکھتا ہوں۔ میں اللہ کی جانب سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا "دیکھو ایک مرتبہ پھر مصر جاؤ اور یوسف اور اسکے بھائی کی تلاش اور جستجو کرو اور خدا کی رحمت سے ناامید اور مایوس نہ ہو اس لئے کہ خدا کی رحمت سے ناامیدی کافروں کا شیوہ ہے۔

برادران یوسف نے کچھ تو باپ کے اصرار اور کچھ اسلئے کہ واقعی قحط سالی کی شدت انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی تھی اور غلہ کا اس پاس نام و نشان نہ تھا۔ تیسری بار پھر مصر کا ارادہ کیا اور جب دربار شاہی میں پہنچے تو کہنے لگے اے عزیز مصر ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو قحط نے سخت پریشانی میں ڈال رکھا ہے اور اس مرتبہ ہم پونجی بھی بہت تھوڑی لائے ہیں یہ حاضر ہے۔ ہماری یہ درخواست ہے کہ ازراہِ کرم ہم کو غلہ دیجئے اور مزدور تمند سمجھ کر ہم پر احسان بھی فرمایئے اللہ تعالیٰ صدقہ و خیرات کرنے والوں کو نیک بدلہ عطا کرتا ہے۔

یہ سنکر حضرت یوسفؑ کا دل بھر آیا اور راز ظاہر کر دیا اور پوچھا کہ تم نے آخر یوسف اور اس کے بھائی بن یامین کے ساتھ کیا معاملہ کر ڈالا جب تم جہالت میں سرشار تھے بھائیوں نے یوسف کو پہچان لیا اور حیرت سے پوچھا کیا آپ ہی یوسف ہیں۔ حضرت یوسف نے جواب دیا۔ ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا حقیقی بھائی بن یامین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور جو شخص بھی برائیوں سے بچے اور مصیبتوں میں ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

برادرانِ یوسف کے پاس ندامت اور شرمساری کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور کہا کہ بخدا اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ہم پر برتری اور

بلندی بخشی اور بلا شبہ ہم سرتاسر قصوروار تھے۔ حضرت یوسف نے معاف کیا اور فرمایا آج کے دن میری جانب سے تم پر کوئی سرزنش نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور بخش دے اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب تم کنعان جاؤ اور میرا یہ پیرہن والد کے آنکھوں پر ڈال دینا اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو واپس لے آئے گا اور پھر تم تمام خاندان کو مصر لے آؤ۔ اس طرح شام سے حضرت ابراہیمؑ کا خاندان مصر پہنچا جب پہلی بار یہ کنبہ حضرت یوسف فرماں روائے مصر کے دربار میں آیا اور اس کے بعد حضرت یوسف اپنے دربار میں داخل ہوئے تو وہاں کے درباری آداب کے مطابق تمام لوگ سجدے میں گر گئے۔

سورہ میں غور و فکر کے مزید چند پہلو :

۱۔ اللہ کی کتاب کہانی اور قصہ کی کتاب نہیں بلکہ ہدایت اور موعظت کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں گزشتہ قوموں کی داستان نصیحت اور عبرت کے لئے بیان کی گئی ہے۔ مکی زندگی میں واقعات عہد گذشتہ کو عربوں کے سامنے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جب اللہ چاہتا ہے تو اپنے خاص بندوں کو جو تعداد میں کم ہوتے ہیں، کئی گنا زیادہ دشمنوں پر غالب کرتا ہے۔ مخالفین اپنی عددی کثرت اور حکومت کی طاقت کے باوجود ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ فرعون و موسیٰؑ کا قصہ بھی قرآن میں اسی لئے بار بار دہرایا گیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حق کو جھٹلانے اور خدا کے نمائندے کی تکذیب کا انجام کیا ہوتا ہے۔ آجکل کے حالات میں مسلمانوں کے لئے یہ سورہ یہ پیغام دیتی ہے کہ اگر مسلمان برادران وطن کے سامنے حق کی دعوت لے کر کھڑے ہوں گے اور دعوت کا کام اتمام حجت تک انجام دینگے تو اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس کارِ عظیم کے بدلے میں اور فرض منصبی کو ادا کرنے کے انعام کے طور پر ان کو غالب اور کامران کرے گا اور انہیں پھر سے اس زمین کا وارث بنائے گا۔

آج مسلمانوں کے تمام کام دفاعی نوعیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی ساری تگ و دو کا مرکز و محور مسلمانوں کی اصلاح یا ترقی ہے۔ ان کاموں کی اپنی جگہ پر بہت زیادہ اہمیت ہے اور دین میں ان کا مقام ہے لیکن پیغمبرانہ مشن کا بڑا حصہ ان لوگوں کو دعوت کا مخاطب بنانا ہے جو ایمان سے محروم ہیں۔ آج یہ ... نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کے ہر حصہ اور

گوشہ میں ایسے داعی وجود میں آئیں جو اپنے نفسِ گرم اور اپنے برتر اخلاق کے ذریعہ برادران وطن تک توحید ورسالت اور دین کا پیغام پہنچائیں۔ اور اس میدان میں اس حکمت اور دانائی سے کام لیں جس کا مظاہرہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل خانہ میں کیا تھا۔ اگر مسلمان ایسا کریں گے تو ان کے لئے عزت وسربلندی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور رسولوں پر ایمان لانے والوں اور دعوت دین کے مشن پر کھڑے ہونے والوں کے لئے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے: انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا[۱] کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی[۲]۔

۲۔ اس سورہ کی ابتداء میں یہ آیت سامنے آتی ہے۔

قال یابنی لا تقصص رءیاک علیٰ اخوتک فیکیدوا لک کیدا ان الشیطان للانسان عدو مبین ٥[۳] یعقوبؑ نے کہا کہ اے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرو وہ تمہارے خلاف سازش کرنے لگیں گے بلاشبہ شیطان انسان کا دشمن ہے۔

اس آیت میں تدبر سے معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعی زندگی میں بھی ایسے حالات پیش آتے ہیں جب منصوبوں کو اور اپنی تدبیروں کو راز میں رکھنا پڑتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں مسلمانوں کا دعوتی منصوبہ ہو یا حفاظتی منصوبہ، اسے برادرانِ وطن سے چھپانا چاہئے کیونکہ ان میں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو جان ومال اور آبرو کے درپے ہوں۔ اس لئے اپنے خواب اور اپنے ارادوں کو طشت ازبام نہیں کرنا چاہئے مسلمانوں کو کسی حال میں ظالم نہیں ہونا چاہئے۔ اسی کے ساتھ انہیں مظلوم بھی نہیں ہونا چاہئے مظلوم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دفاع کے لئے کھڑا ہو۔ اپنا دفاع کرتے ہوئے اور اپنے مال کو جائداد کو اور عزت وآبرو کو بچاتے ہوئے اگر جان چلی جائے تو ترمذی کی حدیث کے مطابق وہ شہادت کی موت ہے لیکن ظلم سے بچنے اور اپنی مدافعت کا سامان کرنے کی ہر اسکیم فیل ہو جائے گی۔ اگر "لا تقصص رءیاک"، پر صحیح طریقہ سے عمل نہ ہوگا۔ کام زیادہ ہونا چاہئے اور بات کم ہونی چاہئے۔ ہمارے معاشرہ میں صورت حال برعکس ہے یعنی کام کچھ بھی نہیں ہے یا برائے نام ہے اور اس کا تذکرہ زبانوں پر بہت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو دوسروں کے کید کا اور سازش کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ جان کا

---

[۱] المجادلہ: ۲۱ [۲] غافر: ۵۱ [۳] یوسف: ۵

بھی نقصان ہوتا ہے، مال وجائداد کا بھی خسارہ ہوتا ہے۔

۳۔ ایک اور پہلو جو معانی کی پہنائیوں میں غور وفکر سے سامنے آتا ہے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا دو مہتم بالشان خوبیوں کا مالک ہونا ہے۔ ایک ان کا "حفیظ" ہونا اور دوسرا ان کا "علیم" ہونا انہوں نے پوری خود اعتمادی کے ساتھ بادشاہ مصر کے سامنے اپنی اہلیت وصلاحیت کا تذکرہ کیا اور ملک کے مالی اور معاشی بحران کے زمانہ میں نظم وانتظام کے لئے اپنی بہترین خدمات پیش کیں۔

قال اجعلنی علیٰ خزائن الارض یوسفؑ نے کہا کہ مقرر کر مجھ کو ملک کے خزانوں پر میں

انی حفیظ علیم[1] ٥ بے شک نگہبان اور جاننے والا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب سرکاری جیل میں قید تھے اس زمانہ سے ان کی ذہانت دور اندیشی اور فراست، ان کے کردار کی پختگی اور بے داغ زندگی کی شہرت شمیم گل کی طرح حکومت کے ایوانوں تک پہنچ رہی تھی۔ اس شہرت کو سن کر بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو آزادی دینی چاہی اور ان کو اپنا مقرب بارگاہ بنانا چاہا، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس پروانہ راہداری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ مراحم خسروانہ پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالنے کے بھی روادار نہ ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اس الزام کی تحقیق کر لی جائے جو مجھ پر لگایا گیا تھا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ مہوشان شہر نگاراں اپنی غلطی کا اقرار کر لیں اور خود زلیخا بر سر عام اپنی خطا تسلیم کر لے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے حفیظ ہونے کا علم سب کو معلوم ہو گیا۔ ہر شخص محسوس کر رہا تھا کہ جو شخص اپنے ذاتی کردار اور تقویٰ کے بارے میں حفیظ ہو۔ وہ پورے ملک کی سلامتی اور عوام کی بہبود کے بارے میں بھی حفیظ ثابت ہو گا۔ حفیظ فعیل کے وزن پر ہے جس میں مبالغہ اور استمرار دونوں کا وصف پایا جاتا ہے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کردار کی تمام خوبیوں اور حفظ وامانت اور نگہداشت کے تمام پہلوؤں کے اعتبار سے معمولی درجہ پر نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ ان میں کردار کی صلابت بھی تھی اور رعایا کی حفاظت کی صلاحیت بھی۔ حفیظ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یعنی اس سے زیادہ خبر گیری کرنے والا اور کوئی نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں اس صفت کا پرتو تھا۔ ان کی دوسری صفت یا کوالیفکیشن ان کا علیم ہونا تھا لیکن وہ متعلقہ امور کے ماہر اور پورے واقف کار تھے۔ انتظام وانصرام

---

[1] سورہ یوسف:

اور مالی واقتصادی پہلوؤں کا انہیں پورا علم تھا۔ یہ تربیت عزیز مصر کے گھر پر انہیں ملی تھی کسی بھی بلند عہدہ کے لئے یہی دو جوہر کار آمد ہوتے ہیں۔ ایک امانت و دیانت اور دوسرے واقفیت اور کاردانی۔ اس سورہ کے مضامین میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے اندر اگر یہ جوہر پیدا کر لیں اور اسی طرح اپنے آپ کو پورے ملک کے لئے ناگزیر INDESPENSABLE بنا لیں جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے بنا لیا تھا تو ہر طرف سے مسلمان کے لئے آواز آئے گی کہ ائتونی بہ استخلصہ لنفسی میں اس کو اپنے لئے خاص کرنا چاہتا ہوں۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا شجاعت کا عدالت کا :: لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

۴۔ اس سورہ میں تدبر کے دوران نصیحت کا یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ اگر مسلمان صبر اور تقویٰ ان دو چیزوں کو اپنے کردار کی خصوصیت بنا لیں اور یہ دو چیزیں ان کا قوی امتیاز بن جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے تمام موانع اور دشواریوں کو دور کر دے گا اور ان کے سر پر اس ملک میں عزت کا تاج رکھے گا۔ نصیحت کا یہ پہلو سورہ یوسف کی اس آیت کے ذریعہ سامنے آتا ہے۔

انّہ مَن یتّقِ ویَصبر فانّ اللہ لایُضیعُ اجرَالمُحسنین[1] جس نے تقویٰ اور صبر کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام بچپن سے مرکز حسد و انتقام تھے۔ قتل کی سازش ان کے خلاف کی گئی۔ اندھے کنوئیں میں انہیں یہ سمجھ کر ڈالا گیا کہ بظاہر ان کے بچنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی حفاظت میں لیا اور صبر اور تقویٰ کی خوبیوں کی بدولت ان کو عزت و اقبال تک پہنچایا۔ ظلم و ظلمت سے نکال اوج عز و حشمت تک پہنچایا۔ ایک غیبی ہاتھ ان کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر تاج و تخت کے اوج ثریا تک لے گیا۔ زندگی میں راہ حق پر صبر و استقامت کے بعد گوہر مقصود تک انسان پہنچ سکتا ہے۔

زندگی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دیکھیں کیا گذرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

زہرہ گداز آزمائشوں کے بعد ہمیشہ آسائش و راحت کی منزل آتی ہے۔ اگر یہ دور رنج و محن اور عقوبت کا دور ہے تو کیا ہوا سورہ یوسف اور قرآن کی دوسری سورتوں کے ذریعہ وہ شاہ راہ معلوم

---

[1] سورہ یوسف

ہو جاتی ہے کہ جس کے ذریعہ زیردستی سے آقائی تک کا سفر کیا جا سکتا ہے اگرچہ بظاہر کامرانی کے دروازے بند ہیں تو مایوسی اہل ایمان پر حرام ہے۔ اسی سورہ میں یہ آیت ملتی ہے۔

انّہ لا ییأس من رّوح اللّٰہ الا القوم الکافرون ؎۱ — اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا کرتے ہیں مگر کفر کرنے والے لوگ۔

بندۂ مومن کا ایمان اپنے خدا پر ہوتا ہے وہ کارساز ہے، مشکل کشا ہے۔ آسمان وزمین کی تمام طاقتیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

۵۔ ایک اور مہتم بالشان پہلو جو تمام مسلمانوں کے لئے اور خاص طور پر ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لئے قابل غور وفکر ہے۔ وہ تمکین فی الارض اور اقتدار کا سلسلہ اسباب ہے۔ اسباب کا یہ سلسلہ اللہ تعالٰے نے جاری فرمایا جس کی وجہ سے مصر کی سرزمین پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد طویل عرصہ تک دین حق پر قائم رکھنے والوں کی نسل پھلتی پھولتی بڑھتی اور پھیلتی رہی پھر یعقوب علیہ السلام کی نسل کے لوگوں کو یعنی بنی اسرائیل کو مصر کی سرزمین کا وارث بنایا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب تھے اور دادا اسحاق تھے اور حضرت اسحاق کے والد حضرت ابراہیم تھے جضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالٰی نے یہ عہد دیا تھا کہ تیری نسل کی افزائش ہوگی اور جب تک نسل ابراہیمی دین ابراہیمی پر باقی رہے گی ان کی عددی قوت بڑھے گی۔ وہ ملکوں اور قوموں کی وارث بنے گی۔ توراۃ میں ہے:

"تو جس جگہ کھڑا ہے اس کے چاروں طرف دیکھ۔ میں یہ تمام ملک تجھ کو اور تیری نسل کو دوں گا۔ تیری نسل کو میں خاک کے ذروں کے برابر بناؤں گا۔ اگر کوئی خاک کے ذروں کو گن سکتا ہے تو تیری نسل بھی گن لی جائے گی۔" ؎۲

ہر نماز میں دعا مانگی جاتی ہے "اللّٰھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم"۔ اے اللہ برکت عطا فرما حضرت محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسا کہ تو نے برکت عطا فرمائی حضرت ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر۔ حضرت ابراہیم اور ان کی نسل پر نزول برکت کی بشارت قرآن میں بھی موجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ ان کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا

؎۱ یوسف: ؎۲ پیدائش ۱۳: ۱۵

جس کا نام اسحاق ہوگا۔ وہ بچہ بڑا ہو کر ایک اور بچہ کا باپ بنے گا جس کا نام یعقوب ہوگا۔ ان اہلبیت کے لئے برکت کی دعا فرشتوں کی زبانی قرآن میں موجود ہے۔

رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت[1] اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تم اہل بیت پر نازل ہوں۔

چنانچہ اس دعا کی قبولیت کا ظہور ہوا حضرت یعقوب کے بارہ لڑکے ہوئے۔ چھ لڑکے ان کی زوجہ لیاہ سے ہوئے جن کے نام روبن شمعون اوی یہوداہ اشکارا ورزبلون ہوئے۔ دو لڑکے ان کی زوجہ بلہا سے ایک دان اور دوسرے نفتالی پھر دو اور لڑکے ان کی تیسری زوجہ زلفہ سے ایک جدا اور دوسرے آشر پھر مزید دو لڑکے ان کی چوتھی بیوی راحل سے یوسف اور بن یمین ہوئے۔

اہل بیت ابراہیمؑ کے لئے رحمت وبرکت کی دعا جو فرشتوں نے کی تھی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی۔ حضرت یعقوب کے بارہ لڑکوں کی اولاد تورات کے الفاظ میں "مٹی کے ذروں" کے مانند سطح زمین پر پھیل گئی اور حکومتوں کی وارث ہوئی۔ خانوادہ ابراہیمی پر ربانی برکت کا اظہار اس طرح ہوا کہ یوسف علیہ السلام جب غلام بنا کر مصر کے بازار میں بیچے گئے تو اکیلے تھے پھر اللہ تعالٰی نے ان کو فرماں روائی کے تخت پر متمکن کر دیا اور پھر چار صدی بھی پوری نہیں گزری تھی کہ ان کی اور ان کے خانوادہ کی نسبی اور معنوی اولاد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ اللہ تعالٰی نے ان کی نسل کو عزت حکومت اور اقتدار عطا فرمایا۔

ہندوستانی مسلمانوں کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان قابل غور ہے۔ اللہ تعالٰی نے صدیوں تک حکومت واقتدار کے لئے ان کی نسل کی افزائش کی مسلمان نماز میں برکت کی دعا مانگتے ہیں لیکن اب مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے جو افزائش نسل کے بجائے تحدید نسل پر عمل پیرا ہو گیا ہے۔ یہ وہ منحوس رسم ہے جس سے بظاہر وقتی فائدہ ہوتا ہے لیکن اس سے برکت کے بجائے بے برکتی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت یعقوبؑ کی نسل میں اقتدار وحکومت کے لئے اللہ تعالٰی نے افزائش نسل اور کثرت تعداد کو ذریعہ اور وسیلہ بنایا۔ کثرت تعداد ہر زمانہ میں قوت اور طاقت اور اقتدار تک پہنچنے کا ذریعہ رہی ہے اور جمہوریت اور الیکشن کے زمانہ میں تو اس کی قدر وقیمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ قرآن سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ مال ودولت کے ساتھ عدد کی قوت بھی وہ مدد ہے جو اللہ کی طرف سے کسی گروہ پر نازل کی جاتی ہے۔

---

[1] سورہ ھود : ۷۳

ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم و امددنا کم ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غالب کیا اور مال و دولت اور باموال وبنین وجعلنا کم اکثر نفیرا[1] آل و اولاد کی کثرت کے ذریعہ تمہاری مدد کی اور تمہاری فوجی قوت بڑھائی۔

اللہ تعالیٰ کسی گروہ کو غالب کرنا چاہتا ہے تو عالم اسباب میں مالی قوت، عددی قوت اور فوجی قوت کے ذریعہ بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو نظر انداز کئے جانے کے قابل ہو۔ یہ تینوں قوتیں ایک دوسرے کا تکملہ ہیں۔

دنیا کے تمام نظریاتی گروہوں نے رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنے کے لئے اس دور میں سب سے زیادہ توجہ دی ہے۔ علمی ادارے اور دانش کدے اسی لئے وجود میں آتے ہیں۔ جلسے اور سیمینار اسی لئے منعقد ہوتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر پروگرام اسی لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ کتابیں اسی لئے لکھی جاتی ہیں۔ اخبارات اسی لئے چھپتے ہیں۔ ہر گروہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا نقطہ نظر غالب ہو۔ اس کے افکار کا سکہ رائج الوقت سکہ بن جائے۔ قانون سازی اس کے نظریہ کے مطابق ہو۔

مسلمان اگرچہ ایک نظریاتی گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دنیا اور آخرت کی نجات کا انکے پاس پیغام ہے لیکن اب انہوں نے پیغام کی اشاعت کا کام چھوڑ دیا ہے۔ افزائش نسل اور پیغام حق کی اشاعت دونوں کام دینی اعتبار سے مطلوب ہیں۔ پیغام کی اشاعت کا کام تو مسلمانوں کا فرض منصبی ہے۔ ہندوستان میں یہ کام دین کا تقاضہ بھی ہے اور دنیا کی ضرورت بھی ہے لیکن نہ تو دینی فرض اس کام کے لئے مہمیز بن سکا اور نہ دنیوی ضرورت انہیں متحرک کر سکی۔ اس وقت ترکی مسلمان ملک ہے لیکن یہ ہمیشہ سے مسلمان ملک نہیں تھا۔ وہاں دین اسلام کے تعارف کا کام کیا گیا اور تاریخ میں آتا ہے کہ ترک قوم کے تین لاکھ خاندان ایک دن میں مسلمان ہوئے تھے۔ آج غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد چالیس کروڑ ہے۔ یہ صوفیائے کرام کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

ہم ہر نماز میں درود پڑھتے وقت برکت کی دعا مانگتے ہیں۔ ہمارا عمل بھی اس کے مطابق ہونا چاہئے سورہ یوسف کی یہ آیت ملت مسلمہ کا مزاج بن جائے تو انشاءاللہ تمام مسائل کا حل نکل آئے گا۔

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ کہدو کہ یہ میرا راستہ ہے میں سمجھ بوجھ کر اللہ کی طرف دعوت

---

[1] الاسراء: ٦

بصیرۃ انا و من اتبعنی وسبحان اللہ — دیتا ہوں اور میری اتباع کرنے والے بھی۔ اللہ عیب
وما انا من المشرکین[1] — سے پاک ہے اور میں مشرکین کا ساتھی نہیں بن سکتا۔

مسلمانوں کو تیرہ و تاریک حال سے ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں۔ الٹ پھیر اور انقلاب زمانے میں ہوا کرتا ہے اور ہر غروب کے لئے نیا طلوع مقرر ہے۔ اپنا محاسبہ، حالات کا تجزیہ اپنی اصلاح اور خدائی پیغام کی اشاعت مستقبل کی کامیابی کی ضامن ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

مسلمانوں نے اگر غلبہ اور کامرانی کا استحقاق پیدا کر لیا تو اللہ تعالیٰ انہیں غالب اور کامران بنائے گا۔ خدائی ارادہ ہمیشہ اسباب کے پردہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسباب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور لوگوں کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا یہی مفہوم ہے اس آیت کا ان ربی لطیف لما یشاء انہ ھو العلیم الحکیم[2] میرا رب جو چاہتا ہے اس کو بڑی خوبی سے کر دکھاتا ہے وہ بڑا ہی علیم و حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کارساز ہے وہ فعال لما یرید ہے۔

واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر — اللہ اپنے حکم کو نافذ کرنے میں غالب ہے لیکن اکثر لوگ
الناس لا یعلمون[3] — اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔

۶ - ایک سوال جو اس سورہ میں تدبر کے دوران ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن میں بہت سے پیغمبروں کے اور قوموں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں ان تمام واقعات و قصص میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو احسن القصص کیوں کہا گیا۔ اہل تفسیر کے خیالات مختلف ہیں اور جوابات متعدد۔ دراصل تمام قصوں کے درمیان قصۂ حضرت یوسف کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں مصیبتوں اور حالات کی قہرمانیوں سے نکلنے اور حکومت و شوکت اور دولت و عزت کے خزانوں تک پہنچنے کا آسمانی نسخہ اہل ایمان کو بتایا گیا ہے۔ یہ پوری سورہ اسی نسخہ کیمیاء کے استعمال اور اس کے نتائج و اثرات کی داستان ہے۔ وہ نسخہ کیا ہے وہ اس سورہ کی اس آیت سے سامنے آجاتا ہے۔

انہ من یتق ویصبر فان اللہ — جو شخص بھی تقویٰ کی اور صبر کی راہ اختیار کرے گا تو
لا یضیع اجر المحسنین[4] ۝ — یقیناً اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے۔

یہ آیت دراصل اوج و اقبال کے خزانہ تک پہنچنے کی شاہ کلید ہے۔ انفرادی زندگی میں جو لوگ

---

[1] سورہ یوسف: ۱۰۸ [2] سورہ یوسف: ۱۰۰ [3] سورہ یوسف: ۲۱ [4] سورہ یوسف: ۹۰

مذکورہ بالا خصوصیات اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں ان کو انفرادی کامیابی مل جاتی ہے لیکن یہ خصوصیات اگر پوری جماعت اور ملت کی شناخت بن جائیں تو دوسرے تمام گروہوں کے مقابلہ میں اس کو نمایاں کامیابی حاصل ہوگی۔ راستہ کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی، پریشانیوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی وسیع تر مصلحت اور علم کی بنا پر کسی فرد اور جماعت کو فوری طور پر دنیوی سرخروئی نہیں عطا فرمائے گا تو آخرت میں سرخروئی اور کامیابی کا انعام تو کہیں نہیں گیا ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی اور انعام ہے کیونکہ آخرت کی زندگی ابدی سرمدی اور پائدار ہے۔ ولاجر الآخرۃ خیر للذین اٰمنوا وکانوا یتقون (سورہ یوسف)۔ لیکن اللہ تعالیٰ دنیوی زندگی میں بھی تقویٰ اور صبر کے امتحانات میں جو ہر انسان کی زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں مسلسل امتیاز کے ساتھ کامیاب ہونے والوں کو محروم اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ہے۔ اگر تقویٰ اور صبر پوری ملت کا وصف بن جائے تو ممکن نہیں کہ لوگ دیدہ و دل کو اس کے لئے فرش راہ نہ کر دیں۔ ممکن ہے کوئی سہولت پسند شخص یہ کہے کہ تقویٰ اور صبر کی شرط بہت مشکل ہے اور اس آزمائش میں کامیاب ہونا آسان نہیں ہے اس لئے عزت و شوکت کی آرزو ہی نہیں کرنی چاہئے۔

یہی ٹھہری جو شرط وصل لیلیٰ
تو استعفا مرا با حسرت و یاس

لیکن اس شرط کو پورا کرنا تو ہر حال میں ضروری ہے کیونکہ صرف اس دنیا کی نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی بھی اسی پر موقوف ہے۔ لیلیٰ عزت و اقبال سے وصال اس شرط کو پورا کئے بغیر نہ یہاں اس دنیا میں ممکن ہے نہ آئندہ آخرت کی زندگی میں۔

اب ہندوستان میں جو لوگ مسلمانوں کی رفاہ و فلاح، خوش حالی اور خوش اقبالی، ترقی اور کامیابی کے لئے فکرمند ہیں ان کو تمام ضروری وسائل و تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ تقوی اور صبر کی صفات کو عام کرنے اور خواص و عوام کو ان صفات پر جمانے اور ان کی اہمیت کو دلوں میں بٹھانے کے لئے بھی کوشاں ہونا چاہئے کیونکہ ساری تدبیریں اختیار کر لی گئیں اور تقویٰ اور صبر کی صفات نہ پیدا ہو سکیں تو کامیابی محال ہے۔ تقویٰ نام ہے اس بات کا کہ اللہ کا خوف اور آخرت کا استحضار ہر وقت ہو۔ یہ کیفیت انسان کو زیادہ ذمہ دار بنائے گی، اسے کاموں کی انجام دہی میں مستعد اور چاق و چوبند کرے گی وہ اسے کرپشن اور اخلاقی گراوٹ میں مبتلا ہونے سے بچائے گی اور صبر نیکی کے راستہ پر

مسلسل چلتے رہنے اور حق و صداقت پر پورے طور پر جم جانے کا نام ہے۔ کبھی عیش و عشرت کی تمنائیں اور کبھی نفسانی خواہشات صداقت کے راستہ سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہیں کبھی ماحول کا اور کبھی حکومت کا دباؤ بھی انسان کو راستہ سے ہٹاتا ہے۔ آزمائشوں کے ان خاردار راستوں سے پوری زندگی انسان کو گذرنا ہوتا ہے۔ ہر دن جب سورج نکلتا ہے۔ ہر شب جب آسمان پر ستارے چمکتے ہیں۔ انسان کو تقویٰ اور صبر کے بڑے یا چھوٹے امتحان سے گذرنا پڑتا ہے۔ جب انسان صبح سویرے اٹھنے اور نماز پڑھنے کے لئے لذت خواب سحر کا مقابلہ نہ کر سکے تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ تقویٰ اور صبر کے امتحان میں ناکام ہو گیا۔ انسان اگر اجرت تو پوری وصول کرے لیکن فرض منصبی کے ادا کرنے میں تساہل یا تغافل کا شکار ہو جائے تو وہ گویا تقویٰ اور صبر کے امتحان میں ناکامیاب ثابت ہوا۔ مغربی تہذیب کے پھیلاؤ اور اثرات کی وجہ سے زمانے کی آنکھ میں حیا باقی نہیں رہی، فتنے قدم قدم اور ہر طرف نغموں کے زیر و بم ہیں یا زلفوں کے پیچ و خم ہیں اگر انسان ان فتنوں کا مقابلہ نہ کر سکے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تقویٰ اور صبر کے امتحان میں فیل ہو گیا بقول شاعر۔

ع یوسفی گر نہیں ممکن تو زلیخائی کر

اسلام کے معاشرتی نظام میں حجاب کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور اختلاط مرد و زن سے روکا گیا ہے غض بصر کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ہر روز انسان کو ادائے دل فریبی کے امتحان سے نہ گذرنا پڑے اور کوئی زلیخائے وقت آسانی کے ساتھ اسے دام ہوس کا شکار نہ بنا سکے اور وہ خود بھی شکاری کا رول نہ ادا کر سکے ہوا و ہوس اور پست کرداری کے اس ماحول میں اگر کوئی شخص سنت یوسفی اختیار کر لیتا ہے اور تقویٰ اور صبر کے امتحانات سے کامیاب و بامراد گذر جاتا ہے تو وہ مبارکباد کا مستحق ہے کہ عرش مکیں اور تخت نشیں ہونے کی شرطیں اس نے پوری کر دیں۔ اور اگر پوری ملت ایسے امتحانات کامیاب ہوتی رہے تو حکمرانی کے مسند اجلال تک پہنچنے سے کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ

وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے کہ ان کو زمین میں خلیفہ اور حاکم بنائے گا جیسا کہ حاکم بنایا تھا اگلے لوگوں کو اور جمادے گا ان کے لئے ان کا

أَمْنًا يعبدونني وَلَايشرِكُونَ بي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ؎

دین جوان کے لئے پسند کیا گیا اور خوف کے بدلہ ان کو امن عطا فرمائیگا میری بندگی کریں اور شریک میرا نہ ٹھہرائیں گے اور جو کوئی ناشکری کریگا اس کے بعد تو وہی لوگ ہوں گے نافرمان۔

M. [illegible]

۷۔ اس سورہ میں تقدیر اور تدبیر کا نازک فرق بھی بڑی خوبصورتی سے ظاہر ہوا ہے۔ جب برادرانِ یوسف کا قافلہ غلہ لانے کے لئے دوبارہ کنعان سے مصر کی طرف روانہ ہوا تو بوجوہ حضرت یعقوبؑ اندیشے میں مبتلا ہوئے۔ انہوں نے احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کا مشورہ دیا تا کہ یہ قافلہ حسد کرنے والوں کے حسد کا یا کسی سازش کا شکار نہ ہونے پائے۔

وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَا اغنى عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ان الحكم الا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلت وَعَلَيْهِ فليتوكل المتوكلون ولما دخلوا من حيث امرهم ابُوهُم مَا كان يغني عنهم مِنَ اللهِ مِن شَيْءٍ الاحاجة في نفس يعقوب قضاها وانه لذو علم لما علمناه وَلٰكن اكثر النَّاسِ لا يعلمون ؎

اور اس نے ہدایت کی کہ اے میرے بیٹو تم سب ایک ہی دروازے سے نہ داخل ہونا۔ الگ الگ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ کے مقابل میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا، اختیار تو بس اللہ ہی کا ہے۔ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے انکو ہدایت کی تھی تو اللہ کے مقابل میں انکے کچھ کام آنے والا نہ تھا بس یعقوب کے دل میں ایک خیال تھا جو اس نے پورا کر لیا اور وہ بے شک اس علم سے بہرہ ور تھا جو ہم نے اس کو سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

چونکہ قحط، افلاس اور تنگدستی کے زمانہ میں لوٹ مار کے واقعات بڑھ جاتے ہیں اس لئے ایک پورا قافلہ جس میں وجیہہ و خوش شکل نوجوان ہوں، لوگوں کی توجہ کا مرکز بن سکتا تھا۔ آپ نے ہدایت کی کہ فصیل شہر کے مختلف دروازوں سے لوگ داخل ہوں تا کہ اس قافلہ کا کوئی چرچا نہ ہو لیکن اسی

؎ سورہ نور: ۵۵ ؎ سورہ یوسف: ۶۷-۶۸

ہدایت کے ساتھ آپ نے یہ تنبیہ فرمادی کہ یہ بس ایک تدبیر ہے اور انسان بس تدبیر اختیار کرنے ہی کا مکلف ہے ورنہ ہوگا وہی جو تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔

تقدیر اور تدبیر کا بھی توازن اس آیت کی اہم خصوصیت ہے۔ اس میں نہ تو تقدیر کی نفی ہے اور نہ تدبیر کی نفی ہے۔ تقدیر پر ایمان ضروری ہے۔ اللہ کی الوہیت پر یقین ضروری ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ مسلمان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مقامی اور ملکی حالات اور عوامی تقاضوں کے مطابق ترقی اور کامیابی کی تمام تدبیریں اختیار کرے۔ ارادہ اور عمل کا امتحان اسی تدبیر کے اختیار کرنے میں چھپا ہوا ہے۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی کا انحصار بھی اسی میں پوشیدہ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وسائل اور تدابیر کو اختیار کرنا یقین و ایمان کے خلاف ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فکری اور اعتقادی عدم توازن کا شکار ہے اسی طرح وہ بھی گمرہی کا شکار ہے جو اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ جو بھی ہوتا ہے اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ اگر تدابیر کا اختیار کرنا ایمان کے یا توکل کے خلاف ہوتا تو "اعدوا لھم ما استطعتم" کی آیت نازل نہیں ہوتی جس میں کہا گیا کہ اپنی طاقت کے لئے اور دوسروں کے ارہاب کے لئے اور ان پر رعب ڈالنے کے لئے طاقت کے تمام ذرائع اختیار کرو۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط [1]	اور تیاری کرو ان سے مقابلہ کے لئے جسقدر ممکن ہو سکے تم سے جمع کرو طاقت و قوت اور پلے ہوئے گھوڑے کہ اس سے دھاک ڈالو اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اور ان پر جو ان کے ماسوا ہیں جنکو تم نہیں جانتے اور اللہ انکو جانتا ہے۔

اسباب و وسائل کی نفی کرنا بھی غلط ہے اور اسباب و وسائل ہی کو سب کچھ سمجھ لینا بھی غلط ہے اس بارے میں غیر دینی اور عوامی تنظیموں کے افراد اور کم علم واعظین بعض اوقات اپنے طرز عمل یا بیان میں افراط یا تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ موجودہ حالات میں توازن کی بات یہ ہے کہ ایک طرف اللہ سے قوی تعلق دلوں میں پیدا کیا جائے اور قدم قدم پر اور ہر ہر مرحلہ میں اس کو یاد کرنے اور اس سے مانگنے کا

---

[1] انفال: ۶۰

مزاج بنایا جائے دوسری طرف ٹکنولوجی اعلیٰ تعلیم اور صنعت وحرفت، معاشی ترقی اور تجارت کی ترغیب دی جائے کیونکہ یہ سب اس زمانہ میں غلبہ اور طاقت کے ذرائع ہیں اور وسائل طاقت کو حاصل کرنے کا منصوص حکم موجود ہے اور منصوص حکم پر عمل پیرا ہونے سے کامیابی ملتی ہے اور ان کو نظر انداز کردینے اور ان کی اہمیت کا اندازہ نہ کرنے سے ناکامی مقدر میں آتی ہے۔ تقدیر اور تدبیر کے معاملہ میں توازن کھو گیا ہے۔ سورہ یوسف کی مذکورہ آیت ان دونوں کا باہمی تعلق مؤثر طریقہ سے واضح کرتی ہے۔

۸ ۔ یہ سورہ جب اختتام اور داستان آخری مرحلہ کے قریب پہنچتی ہے اور یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر سپیدی صبح کی طرح حقیقت واقعہ بن جاتی ہے تو اس وقت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے یہ کہتے نظر آتے ہیں۔

وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن	اور اس نے انعام کیا مجھ پر جب مجھے نکالا قید خانہ
وجاء بکم من البدو من بعد ان نزغ	سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد اس کے جھگڑا
الشیطان بینی وبین اخوتی ان ربی	ڈال چکا تھا شیطان میرے اور میرے بھائیوں
لطیف لما یشاء لہ	کے درمیان میرا رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی تدبیر لطیف کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ بھائیوں کے جھگڑے اور ان کی ریشہ دوانیوں کو صرف شیطانی حرکت سے تعبیر کرتے ہیں یعنی شیطان نے یہ مخاصمت پیدا کردی۔ بھائیوں کو مورد الزام نہیں قرار دیتے۔ انہیں ظالم نہیں ٹھہراتے ہیں۔ حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے ہیں، انہیں معاف کردیتے ہیں۔ یہ پیغمبرانہ اخلاق کا مظاہرہ ہے جو سامنے آتا ہے ع

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

یہ آیت بھی مسلمانوں کے لئے توجہ طلب ہے جو گروہ بندی اور منافرت کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور آپس میں شیطان کی وسوسہ اندازی سے دست وگریباں رہتے ہیں۔ آج صورت حال یہ ہے کہ ملت کا بڑا طبقہ باہمی غیبت کا، مخاصمت کا اور تنابز بالالقاب کا شکار ہوگیا ہے۔ اس کی ساری

لہ سورہ یوسف: ۱۰۰

طاقت جدال باہمی میں ضائع ہو رہی ہے حالانکہ اختلاف کے آداب ہیں۔ اختلافات کو صرف علمی سطح پر اور حکمتِ اصلاح کی مراعات کے ساتھ پیش کیا جانا چاہیئے۔ مسلمانوں کو یہ بات بھولنی نہیں چاہیئے کہ اتحاد اور باہمی اعتماد کا حکم منصوص ہے۔ سورہ انفال میں ہے۔

واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین [1]	اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

---

[1] سورہ الانفال : ۴۶

پندرھویں صدی ہجری کے لئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ العالی کا ایک عظیم تحفہ
ایک حیات آفریں پیغام

تاریخ دعوت وعزیمت

(چھ حصّوں میں)

حصّہ اوّل: پہلی صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی ہجری تک عالم اسلام کی اصلاحی و تجدیدی کوششوں کا تاریخی جائزہ، نامور مصلحین اور ممتاز اصحاب دعوت وعزیمت کا مفصل تعارف، ان کے علمی کارناموں کی روداد اور ان کے اثرات ونتائج کا تذکرہ۔

حصّہ دوم: جس میں آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم و مصلح شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہؒ کی سوانح حیات، ان کے صفات و کمالات، ان کی علمی و تصنیفی خصوصیات، ان کا تجدیدی و اصلاحی کام اور ان کی اہم تصنیفات کا مفصل تعارف اور ان کے ممتاز تلامذہ اور منتسبین کے حالات۔

حصّہ سوم: حضرت خواجہ معین الدّین چشتیؒ، سلطان المشائخ حضرت نظام الدّین اولیاؒ، حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے سوانح حیات، صفات و کمالات، تجدیدی و اصلاحی کارنامے، تلامذہ اور منتسبین کا تذکرہ و تعارف۔

حصّہ چہارم: یعنی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) کی مفصل سوانح حیات، ان کا عہد اور ماحول، ان کے عظیم تجدیدی و انقلابی کارنامے کی اصل نوعیت کا بیان، ان کا اور ان کے سلسلے کے مشائخ کا اپنی اور بعد کی صدیوں پر گہرا اثر اور ان کی اصلاحی و تربیتی خدمات۔

حصّہ پنجم: تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ، احیائے دین، اشاعت کتاب وسنت، اسرار و مقاصد شریعت کی توضیح وتنقیح۔ تربیت وارشاد اور ہندوستان میں ملت اسلامی کے تحفظ اور تشخص کے بقا کی ان عہد آفریں کوششوں کی روداد، جن کا آغاز حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے اخلاف وخلفا کے ذریعے ہوا۔

حصّہ ششم: حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے مفصل سوانح حیات، آپ کے اصلاحی وتجدیدی کارنامے اور غیر منقسم ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک جہاد و تنظیم، اصلاح وتجدید اور احیائے خلافت کی تاریخ۔
(دو جلدوں میں مکمل)

ناشر: فضلِ ربّی ندوی
مجلسِ نشریاتِ اسلام ۱-کے-۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر ۱ کراچی ۱۸

عصر جدید کے مادہ پرستانہ چیلنج کے جواب میں

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

کی چند

محققانہ تصانیف

٭ جدید ذہن و دماغ کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا جواب ٭ اسلام کی ابدیت اور عالمگیری کے سائنٹفک دلائل ٭ واضح اور تسلّی بخش حقائق ٭ مسکت و دل نشین استدلال ٭ اور عالم انسانی کیلئے ایک لمحہ فکریہ

۱۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں
۲۔ قرآن مجید اور دنیائے حیات (جدید سائنس کی روشنی میں چند حقائق)
۳۔ قرآن، سائنس اور مسلمان
۴۔ اسلام اور جدید سائنس
۵۔ عورت اور اسلام
۶۔ تخلیق آدم اور نظریۂ ارتقا
۷۔ تین طلاق کا ثبوت
۸۔ اسلامی شریعت علم اور عقل کی میزان میں
۹۔ قرآن کا پیغام اور اس کے علمی اسرار و عجائب
۱۰۔ جہیز (ایک غیر اسلامی تصور جو فساد تمدن کا باعث ہے)
۱۱۔ اسلام کا قانون طلاق (قرآن و حدیث کی روشنی میں)
۱۲۔ اسلام میں علم کا مقام و مرتبہ
۱۳۔ تعدد ازدواج پر ایک نظر
۱۴۔ نکاح کتنا آسان اور کتنا مشکل (اسلامی شریعت کی روشنی میں ایک جائزہ)
۱۵۔ جدید علم کلام
۱۶۔ آسان عربی (اول۔ دوم)

ناشر
فضل ربی ندوی
فون ۶۲۱۸۱۷

مجلس نشریات اسلام ۱-کے-۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کی چند اہم شاہکار تصنیفات

- تاریخ دعوت و عزیمت مکمل
- مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش
- انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
- منصب نبوت اور اُس کے عالی مقام حاملین
- دریائے کابل سے دریائے یرموک تک
- تذکرہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ
- تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات
- تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب
- مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
- نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں
- جب ایمان کی بہار آئی
- مولانا محمد الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت
- حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب
- عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح
- تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک
- مطالعہ قرآن کے مبادی اصول
- سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
- خواتین اور دین کی خدمت
- کاروان ایمان و عزیمت
- سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

- نبی رحمتؐ مکمل
- حدیث کا بنیادی کردار
- معرکۂ ایمان و مادیت
- پرانے چراغ مکمل
- ارکان اربعہ
- نقوشِ اقبال
- کاروانِ مدینہ
- قادیانیت
- تعمیر انسانیت
- حدیث پاکستان
- اصلاحیات
- صحبتے با اہل دل
- کاروانِ زندگی مکمل
- مذہب و تمدن
- دستورِ حیات
- حیات عبدالحیؒ
- دو متضاد تصویریں
- تحفۂ پاکستان
- پاجا سراغ زندگی
- عالم عربی کا المیہ

ناشر — فضل ربی ندوی — فون - 621817

مجلس نشریاتِ اسلام، ناظم آباد مینشن، ۱۔کے۔۳۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

اسٹاکسٹ : مکتبہ ندوہ قاسم سینٹر اردو بازار، کراچی